ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ
۱۰ مئی ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : أَیُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : « اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِهَا » ، قُلْتُ : ثُمَّ أَیٌّ ؟ قَالَ : « بِرُّ الْوَالِدَیْنِ » ، قُلْتُ ثُمَّ أَیٌّ ؟ قَالَ : « اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ » مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ بیان کرتے ہیں ۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اعمال کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ۔ کہ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا ۔ میں نے عرض کیا ۔ پھر کون سا ہے ؟ فرمایا ۔ والدین کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا ۔ میں نے عرض کیا ۔ کہ پھر کون سا ہے ؟ ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : « بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ : شَهَادَۃِ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ ، وَإِقَامِ الصَّلٰوۃِ ، وَإِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ ، وَحَجِّ الْبَیْتِ ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ » مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسلام کا دار و مدار پانچ چیزوں پر ہے ۔ (۱) اس بات کی گواہی دینا ۔ کہ اللہ تعالے کے علاوہ اور کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں ہے ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) اور زکوٰۃ دینا (۴) اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا (۵) اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا ۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : « أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ، وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰہِ » ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ : حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ مجھ کو (خدا کی طرف سے) یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑوں جب تک وہ اس امر کا اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ۔ اور نماز پڑھیں زکوٰۃ ادا کریں ۔ پھر جب وہ ایسا کرنے لگیں تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچا لیں گے ۔ اور صرف اسلام کا حق ان پر رہے گا ۔ اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے ۔ (بخاری و مسلم)

(ف) اسلام کا حق ، مثلاً کسی کو مار ڈالا یا چوری و زنا کرے تو اس کے مطابق قصاصاً و حداً قتل کیا جائے گا ۔ اور ہم ظاہر پر احکام اسلام نافذ کریں گے ۔ اگر دل میں کفر و شرک ہوگا ۔ تو آخرت میں اللہ تبارک و تعالے خود اس کی سزا دیں گے ۔ واللہ اعلم و علمہ اتم ۔

عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : بَعَثَنِیْ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ : « إِنَّکَ تَأْتِیْ قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْکِتَابِ فَادْعُهُمْ إِلٰی شَهَادَۃِ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَنِّیْ رَسُولُ اللّٰہِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِیَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِهِمْ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَإِیَّاکَ وَکَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ » مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یمن کی طرف (والی بنا کر) بھیجا ۔ اور فرمایا ۔ کہ تو اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس آئے گا ۔ چنانچہ ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔ اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ۔ پھر اگر وہ اس چیز کی اتباع کریں ۔ تو ان کو بتلا دینا کہ اللہ تعالے نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں ۔ پھر اگر وہ اس بات کی بھی اطاعت کر لیں تو ان کو آگاہ کر دینا کہ اللہ تعالے نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے ۔ جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی ۔ اور ان کے فقراء کو دی جائے گی ۔ پھر اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو ان کے عمدہ مال سے احتراز کرو ۔ اور مظلوم کی بد دعا سے بچو ۔ اس لئے کہ اس کے درمیان اور اللہ تعالے کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے (بخاری و مسلم)

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : « إِنَّ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ » ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ انہوں نے بیان کیا ۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ۔ آپؐ فرما رہے تھے ۔ کہ آدمی کے اور شرک و کفر کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کر دینا ہے ۔ (مسلم)

عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : « اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ کَفَرَ » ، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ : حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور منافقین کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز کا ہے سو جس شخص نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے کفر کیا ۔ اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ۔ اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے ۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھا کریں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
لاہور

خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۴ | ۱۱ رصفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۰ رمئی ۱۹۶۸ء | شمارہ ۱

انسداد غنڈہ گردی

غنڈہ گردی کے انسداد اور غنڈوں کو قرار واقعی سزا دینے کے لئے گورنر مغربی پاکستان جنرل موسےٰ خاں نے جو احکامات جاری کئے ہیں اور ان احکام کو عملی جامہ پہنانے میں آئی، جی پولیس، ڈی۔ آئی۔ جی اور ایس۔ ایس۔ پی لاہور الحاج حبیب الرحمٰن صاحب نے جس تندہی اور سرگرمی کا اظہار کیا ہے یہ سب کچھ اپنی اپنی جگہ مستحسن، قابل تبریک اور معاشرے پر احسانِ عظیم کے مترادف ہے۔ خاص طور پر ایس۔ ایس۔ پی لاہور نے اپنا عہدہ سنبھالتے ہی جس طرح آغازِ کار کیا اور معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور عوام سے رابطہ رکھا وہ حد درجہ لائق ستائش ہے۔ مگر ہماری اطلاعات کے مطابق ان اعلیٰ حکام کے خلوص، تدبّر، جذبۂ کارکردگی اور انتظامی صلاحیتوں کے باوصف اس سلسلے میں بعض چھوٹے پولیس افسروں نے نہایت مجرمانہ طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ اپنی عیّاری، رشوت خوری اور خود غرضی کے باعث غنڈوں کے لئے ڈھال بنے ہوتے ہیں۔ اور ان کی بدولت بعض جگہوں پر اس وقت بھی غنڈے بر سرِ عام دندنا رہے ہیں، اور امن پسند شریف اور بے بس شہریوں کے لئے وبالِ جان اور سوہانِ روح ثابت ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے مغلپورہ تھانہ بطورِ مثال پیش کیا جا سکتا ہے جہاں غنڈے اور بدمعاش بھرے بازار میں شریف شہریوں کو ذلیل کرتے اور پولیس کا مقابلہ کرنے کے باوجود بھی لوگوں کے سینے پر مونگ دَلتے پھرتے ہیں لیکن درونِ پردہ مصلحتوں کے باعث گرفتار نہیں کئے جاتے — چنانچہ اس اندھیر گردی اور طوائف الملوکی کا یہ اثر ہے اور لوگ ان مشہور غنڈوں سے اس درجہ خائف ہیں کہ ان کے تمام ہتھکنڈوں اور کرتوتوں سے واقف ہونے کے باوجود بھی ان کا نام لینے اور ان کے خلاف گواہی دینے سے کنّی کتراتے اور بے حد خوف محسوس کرتے ہیں۔ پرائیویٹ مجلسوں میں ان مشہور غنڈوں کا تذکرہ اور شکوہ زبان زدِ عوام ہے مگر چونکہ مقامی پولیس ان کے خلاف ماضی میں کوئی کارروائی نہیں کرتی رہی اس لئے لوگ اپنی عزت کی حفاظت کے لئے ان کے ہر جبر اور ہر سختی کو طوعاً و کرہاً جھیل رہے ہیں — یہ ایک مثال مشتے نمونہ از خروارے ہے اور بھی علاقے شہر میں اسی طرح کے موجود ہوں گے لیکن اس علاقے میں تو لاقانونیت کی حد ہو گئی ہے اور عوام کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔ چنانچہ راقم الحروف (ایڈیٹر) کو بعض لوگوں نے اس سلسلے میں عجیب عجیب واقعات سنائے ہیں جن کا یہاں تذکرہ مناسب نہیں چونکہ بتانے والے اپنا نام ظاہر کرنے سے گھبراتے ہیں۔ بہر حال ہم ان سطور کے توسط سے مغربی پاکستان کے نیک دل اور قابل قدر گورنر اور نیک طینت و فرض شناس ایس۔ ایس۔ پی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے طور پر اس طوائف الملوکی اور انارکی کی تحقیقات کرائیں اور لوگوں سے حقیقت حال معلوم کر کے اس بے بس مظلوم علاقہ کو غنڈوں کے چنگل سے نجات دلائیں جنہوں نے اس علاقہ کے عوام کی زندگیاں اجیرن کر رکھی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ حکّامِ ضلع اس سلسلے میں کوئی فوری اور مناسب کارروائی کریں گے۔

وما علینا الّا البلاغ۔

علماء کرام پر پابندیاں

تنظیم اہلسنت پاکستان نے ایک قرارداد کے ذریعے حکومت مغربی پاکستان کو اس اقدام پر مبارکباد دی ہے کہ اس نے خلافت راشدہ کے باب کو دوبارہ داخلِ نصاب کر کے سنّی کنونشن منعقدہ ملتان اور پاکستان کے کروڑوں عوام کے مطالبے کو شرف پذیرائی بخشا ہے۔ نیز قرار داد میں صدر مملکت، گورنر مغربی پاکستان اور حکومت کی توجہ اُن ناروا پابندیوں کی طرف مبذول کرائی ہے۔ جو علماء اہلسنت پر ماہ محرم میں عائد کی گئی ہیں اور ان کے بارے میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ یہ پابندیاں منسوخ کی جائیں۔

ہماری رائے میں تنظیم اہلسنت کا مطالبہ نہایت معقول اور مناسب ہے۔ تنظیم نے جو اقدام مستحسن کیا ہے اُس پر صدق دل سے حکومت کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور فی الواقعہ حکومت نے جمہور کا یہ مطالبہ تسلیم کر کے عوام اور حکّام کے درمیان حائل خلیج کا ایک حصہ پاٹ دیا ہے اور عوام کے زخموں پر مرہم رکھ دی ہے لیکن دوسری طرف ملک کے کئی نامور علماء کرام پر پابندیاں عائد کر کے عوام کے ذہنوں میں شکوک و شبہات کی مزید تخم ریزی کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرقہ وارانہ منافرت کا قلع قمع، قانون کی حفاظت اور امن عامہ کو قائم رکھنا حکومت کا فرض منصبی ہے اور اس سلسلے میں ذرا سی غفلت بھی کئی برائیوں کا پیش خیمہ بن سکتی ہے مگر اس سلسلے میں ایک ہی فرقے کے علماء کی اکثریت کو زیرِ عتاب لانا اور ان پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرنا، اُن کے بنیادی حقوق کی پامالی اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔ اگرچہ کچھ علماء واقعتاً منافرت انگیز تقاریر

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مجلسِ ذکر

۲۶ رمحرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵ راپریل ۱۹۶۸ء

تقویٰ

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم
مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ :
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (پ۴ س آل عمران آیت ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے۔ اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

اعترافِ کہتری

بزرگانِ محترم! سب سے پہلے آپ کے علم میں ہے کہ مَیں چاہے کتنا بھی گنہگار اور سیہ کار ہوں لیکن جتنے بھائی یہاں تشریف فرما ہیں اُن سب کو اپنے سے بہتر جانتا ہوں۔ اور پھر بھی دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خوب سے خوب تر کی طرف بڑھنے کی توفیق ارزانی فرمائے اور ہم گناہگاروں کو جن کے اعمال میں کوتاہی ہے ہمالی ہے۔ اللہ تعالےٰ اسی دنیا میں اُسے صحیح کرکے اس دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

سب جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

یہ چھوٹی سی آیت تقویٰ کے بارے میں پڑھی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس نظامِ کائنات اور اس کے اندر جو کچھ بھی پیدا کیا ہے اس کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ ساری کائنات انسان کی ضروریات کا تکفّل کرے یعنی انسان کو غذا کی ضرورت ہے تو یہ زمین اور آسمان اُس کے لئے مہیا کر رہے ہیں۔ اُسے سواری کی ضرورت ہے تو اللہ نے اُس کے لئے اپنے جانور اور دوسری اشیاء پیدا کر دیں ـــــ اُسے باربرداری کے لئے ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ نے وہ وہ چیزیں عطا فرمائیں کہ خشکی میں ہوائی جہاز، گاڑیاں، گھوڑا گاڑیاں، گدھا گاڑیاں، ہاتھ گاڑیاں، اونٹ گاڑیاں ہیں اور سمندر یا دریا میں موقعہ پڑے، تو اللہ تعالےٰ نے انسان کو بحری جہاز، کشتیاں اور کروزیں بنانے کی توفیق سے نواز رکھا ہے۔ خود قرآن میں اللہ نے کشتی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ سو جو بھی آپ دیکھیں ہر چیز آپ کے لئے ہے۔

فریضۂ تبلیغ ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے

آپ کو اللہ نے کس لئے پیدا کیا؟ یہی بتانے کے لئے تمام کتب سماویہ، انبیائے کرام اور اللہ کے نیک بندے آتے رہے۔ جس طرح کہ اب نبوت کا مشن موجود ہے، فرائضِ نبوت اور فرائضِ تبلیغ ہم پر عائد ہوتے ہیں۔ حضورؐ اپنا فرمان اور اپنی زندگی کا جو نصب العین تھا اس کو تکمیل تک پہنچا کے دنیا سے تشریف لے گئے، اب ہر ہر مسلمان اپنی اپنی حیثیت کے مطابق، اپنے اپنے حوصلے اور ظرف، اپنے اپنے علم اور عمل کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جاں نثار آپؐ کے نظام کو، آپؐ کے لائے ہوئے دستورِ حیات کو آگے بڑھانے اور اگلی نسل تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ تیرھویں صدی تک علماء حق نے جو فریضہ انجام دیا، وہ اب ہم اور آپ پر عائد ہوتا ہے۔

امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ذمہ داریاں

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (پ۴ س آل عمران آیت ۱۱۰) اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں مسلمان بحیثیت اپنی ملت کے، دنیا کے اندر نیکی پھیلائیں، بدی مٹائیں اور ملت کے اندر افراد سے اقوام بنتی ہیں ؎

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

اچھے فرد ہوں گے تو اچھا گروہ ہوگا، اچھے گروہ ہوں گے تو اچھی ملت ہوگی اور اچھی ملت ہوگی تو قرآن حکیم کی آمد کا، نبیؐ کی آمد کا مقصد پورا ہوگا۔ کیونکہ ہمیں کہا یہی گیا ہے فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً۔ آپ کے اعمال، افکار، خیالات، عقائد درست ہیں تو یقیناً آپ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً کی ذمہ داری پوری کر گئے، اُس کا فریضہ آپ نے اپنی وسعت کے مطابق انجام دے دیا۔ اب فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اس پر لازماً مرتب ہوگا۔ یعنی نماز پڑھتے ہیں تو ثواب ملے گا، مزدوری کرتے ہیں تو اُجرت ملے گی اسی طرح یہ بھی لازم ملزوم ہیں۔ آپ جو جو نیک اعمال، جو جو نیت بخیر کے ساتھ کام کریں گے وہ سب آپ کی عبادت اور نجات کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔

اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ ط (پہلی حدیث ہے، پہلا ارشاد ہے جو محدثینِ کرام نے شروع کیا ہے) کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔ نیت بخیر ہے، عمل اگر بظاہر اچھا نہیں، تب بھی نجات کا سامان ہے۔ حضرتؒ اکثر مثال دیا کرتے تھے کہ ایک ڈاکٹر کسی کی جان بچانے کے لئے ٹانگ کاٹ دیتا ہے۔ اب اس کی نیت یہ ہے کہ زہر سارے جسم میں سرایت نہ کرنے پائے تاکہ موت واقع نہ ہو جائے۔ چلو ایک عضو یعنی پاؤں سے تو یہ محروم ہو جاتا ہے مگر اس سے جان بچتی ہے تو پھر اس کو دریغ نہ کرنا چاہئے۔ بس وہ اس وجہ سے ٹانگ کاٹتا ہے۔ تو عمل بظاہر بد ہے ٹانگ کاٹنا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کی طرف ہتھیار کا اشارہ بھی کر دے فَلَیْسَ مِنَّا، تو ہم میں سے نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ٹانگ ہی کاٹ دے۔ اور اگر ٹانگ کاٹتا ہے اس نیت سے کہ اس کی موت واقع نہ ہونے پائے، اور وہ جو دو چار روز جی سکتا تھا وہ بھی جاتا رہا تو اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ۔ اس کو نیت بخیر کا اجر ضرور ملے گا۔

دکھاوا اور ریاکاری اللہ تعالےٰ کو بیحد ناپسند ہے

ایک شخص اگر نماز پڑھتا ہے لیکن مقصود صرف نیک نامی ہے، اپنے تقوےٰ طہارت کی پبلسٹی (PUBLICITY) اور شہرت مطلوب ہے، سستی شہرت اور سستے طریقے سے دنیا میں اپنا وقار قائم کرنا چاہتا ہے، یہ اللہ کو سخت ناپسند

(باقی ص ۱۵ پر)

لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کے دوران کفر و انکار کو اپنا طریقۂ کار بنایا ہوگا ان کے لئے بڑی بھاری سزا ہوگی۔ مگر ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا ہو گی۔

حاصل یہ نکلا کہ کھیل کود، بے ہودہ مشاغل اور آرائش، بڑے بڑے سامان، شادی بیاہوں میں تفاخر، ایک دوسرے کے مقابلہ میں شہرت اور مال و اولاد کی کثرت کا جنون یہ تمام دنیوی زندگی کا خلاصہ ہے اور یہ ایک سرمایۂ فریب اور دھوکے کی ٹٹی ہے اور آخرت کی زندگی حقیقی زندگی ہے۔ چنانچہ اب اس حقیقت کو کبھی نہ بھولئے کہ دنیا فنا ہو جانے والی ہے اور جو کچھ یہاں نظر آ رہا ہے فقط عارضی طور پر دل لبھانے والا سامان ہے۔ لوگ اسے دیکھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ کہ یہ پائدار چیزیں ہیں حالانکہ مرنے کے بعد کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اس لئے ان چیزوں سے ہرگز دل نہ لگانا چاہئے۔ بلکہ ہر گھڑی آخرت کی فکر میں لگے رہنا چاہئے۔

محترم حضرات! خلاصہ سارے بیان کا یہ ہے کہ انسان کی دنیوی زندگی اس آیت کی روشنی میں کل چار دائروں میں سمٹی ہوئی ہے۔ لعب و لہو۔ زینت۔ تفاخر اور تکاثر —— اگرچہ اس سے پہلے بھی ایک دور ہے لیکن وہ چونکہ غیر شعوری دور ہے اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ وہ غیر شعوری دور اس دنیا میں داخلے اور کم سنی کا دور ہے جس میں بچہ کو سوائے دودھ کے کسی اور چیز کا علم نہیں ہوتا، اور جس کے متعلق کہا گیا ہے ؎

سوائے شیر کوئی اور بات کیا جانے

ظاہر ہے بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو کچھ نہیں جانتا نہ عقل، نہ شعور، نہ ادراک صرف دودھ چوسنا جانتا ہے اور اس طرح خداوندِ قدوس اپنی شانِ ربوبیت و رزاقیت کا عملی مظاہرہ فرماتے ہیں۔ پھر جب غذا ملنے لگتی ہے، کچھ کچھ نرم نرم چیزیں کھانے لگتا ہے اور اعصاب میں قوت آنے لگتی ہے اور وہ نشو و نما پاکر پانچ چھ سال کے پیٹے میں چلا جاتا ہے تو پھر اُسے کھیل کود سے دلچسپی ہو جاتی ہے اور وہ فانی اللعب ہو جاتا ہے اب اسے کھیل تماشے سے فرصت نہیں ملتی۔ اس دور سے آگے جوانی ہے۔ عالم شباب زینت و آرائش کا دور ہے۔ اس میں ڈاڑھی کی تراش خراش، لباس میں عمدگی، غرضیکہ ہر وقت آرائش و زیبائش کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور اسے یہ خیال نہیں رہتا کہ ماں باپ کیسے گذر کریں گے اور ان چیزوں کے لئے پیسہ کہاں سے آئے گا؟ اب یہ ہر وقت بناؤ سنگار میں غرق رہے گا۔ پھر جب اس عمر سے آگے بڑھا۔ ذرا عقل میں پختگی آئی، کوئی ڈگری وگری مل گئی۔ کہیں ملازمت اور عہدہ مل گیا اور جیب میں چار پیسے آنے لگے تو فخر و مباہات کا دور شروع ہو جاتا ہے میراثی ہے تو اپنے آپ کو قریشی کہنے، سید اور پٹھان بن بیٹھتا ہے۔ قوم، عہدہ، مال و جاہ اور ذات پات پر غرور اس کا شیوہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک فقط تقویٰ شعاری اور پرہیزگاری کی قدر و منزلت ہے ان چیزوں کی وہاں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ چنانچہ پھر اس دور سے آگے بڑھے۔ شادی ہوئی، اولاد ہوئی تو مال و اولاد میں اضافہ کی فکر آدمی کو ستانے لگتی ہے جس سے اس کی زندگی اجیرن ہو کر رہ جاتی ہے اور ہر لمحہ وہ کسی خبط میں مبتلا رہتا ہے اور اس کی حرص میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے —— یہ "فانی التکاثر" کا دور ہے اور ان تمام ادوار کو قرآن عارضی اور بے حقیقت ٹھہراتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ جیسے ان ادوار کو قرار نہیں، یہ جسم اور انسان کی تمام خواہشات فانی ہیں اسی طرح یہ تمام دنیوی کائنات فانی اور عارضی ہے اور اس میں دل لگانے والا بھی عقل و شعور سے عاری ہے۔ اس کی ہر چیز اپنے اندر درسِ موعظت و عبرت رکھتی ہے۔ اس لئے اس سے عبرت پکڑنی چاہئے اور اس جہانِ فانی میں جی نہیں لگانا چاہئے۔ حضرت مجذوبؒ نے اسی حقیقت کو اپنے ایک شعر میں اس طرح سمو دیا ہے ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

برادرانِ عزیز! مذکورہ بالا آیتِ قرآنی میں دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشے کی مانند قرار دیا ہے اور آج سے چودہ سو سال پہلے ایک ایسی تمثیل سے دنیا کی حقیقت کو سمجھایا ہے جو آج ہر گھڑی ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ سکتے ہیں۔ جو لوگ سینما وغیرہ دیکھتے ہیں ان کو علم ہے کہ سکرین پر سارے جہان کی چیزیں دکھائی جاتی ہیں۔ پردہ پر ہر چیز متحرک اور جاندار نظر آتی ہے اور لوگ یہ تماشا دیکھنے کے لئے روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں مگر غور کیا جائے تو یہ سب کچھ کیا ہے؟ خالی ایک پردہ ہے اور اس میں عقل و شعور سے عاری اور بے حس تصاویر متحرک نظر آتی ہیں اور ان کے لئے بے وقوفوں کی طرح دین بھی غارت کیا جاتا ہے اور مال و اخلاق بھی برباد کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ ناسمجھ ہیں، بے جان تصاویر ہیں، اس کے مناظر اور نقش و نگار اور آوازیں سب مصنوعی ہیں، ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں لیکن اس کے باوجود انسان لٹو ہو کر اس پر جان چھڑک رہے ہوتے ہیں۔

پس اے عزیزانِ گرامی! اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کیجئے کہ آپ کی یہ زندگی بھی ایک تماشا ہے اور جب مروگے تو اس کا طلسم ٹوٹ کر حقیقت نگاہوں کے سامنے آ جائے گی۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی یاد اور فکرِ آخرت کی توفیق عطا فرمائے اور فانی اشیاء میں مستغرق ہونے کی بجائے اپنی ذات میں محویت کی لازوال نعمت سے سرافراز فرمائے۔ آمین

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔



۱۴ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۳ مئی ۱۹۶۸ء

دنیوی زندگی ایک سرمایہ فریب اور دھوکے کی ٹٹی ہے

— اور —

زندگی فقط آخرت کی زندگی ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ وَّ زِیْنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَکُمْ وَ تَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللہِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (پ۲۷ س الحدید۔ آیت ۲۰)

ترجمہ: جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زیبائش اور ایک دوسرے پر آپس میں فخر کرنا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں زیادتی چاہتا ہے۔ جیسے بارش کی حالت کہ اس کی سبزی نے کسانوں کو خوش کر دیا۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تو اُسے زرد شدہ دیکھتا ہے۔ پھر وہ چُورا چُورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے اسباب کے اور کیا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

آدمی کو اوّل عمر میں کھیل چاہیئے پھر تماشا، پھر بناؤ سنگار (اور فیشن) پھر ساکھ بڑھانا اور نام و نمود حاصل کرنا، پھر موت کے دن قریب آئیں تو مال و اولاد کی فکر کہ پیچھے میرا گھر بار بنا رہے اور اولاد آسودگی سے بسر کرے مگر یہ سب ٹھاٹھ سامان فانی اور زائل ہیں۔ جیسے کھیتی کی رونق و بہار چند روزہ ہوتی ہے، پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روندکر چُورا کر دیتے ہیں۔ اس شادابی اور خوبصورتی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہ ہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں۔ وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ چیز کما کر لے گیا سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے مالک کی خوشنودی اور رضامندی اور جو دولت ایمان سے تہی دست رہا اور کفر و عصیاں کا بوجھ لے کر پہنچا اُس کے لئے سخت عذاب اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کی اس کے لئے جلد یا بدیر دھکّے کھا کر معافی ہے۔ دنیا کا خلاصہ وہ تھا آخرت کا یہ ہوا۔

اس آیت مبارکہ میں انسانی زندگی کا ایک مختصر مگر نہایت مؤثر نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا اور بتایا گیا ہے کہ انسان کی چند روزہ زندگی ایک کھیل اور تماشے کی مانند ہے جب تماشا ختم ہو جاتا ہے تو اس کے بعد کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پھر جب یہ وقت گذر جاتا ہے تو خوبصورت بننے اور خوبصورت اشیاء کے حاصل کرنے کی اسے فکر لگی رہتی ہے اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رہنے کا خیال دامنگیر رہتا ہے۔ یہ منزل بھی طے ہو جاتی ہے تو پھر مال و اولاد کے اکٹھا کرنے، اولاد کے چاہنے اور ان کی پرورش کرنے میں لگ جاتا ہے۔ ہر وقت اس کو کوئی نہ کوئی خبط ضرور ہی لگا رہتا ہے اور اس سارے خبط اور تمام تگ و دو کا نتیجہ جانتے ہو کیا نکلتا ہے؟ اسے اچھی طرح سمجھنے کے لئے کاشت کار کی کھیتی کی مثال کو سامنے رکھئے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کاشتکار بیج بوتا ہے۔ بارش ہوتی ہے۔ اور جب چھوٹی چھوٹی پتیاں زمین سے نکلتی ہیں تو اس کا دل خوش ہونے لگتا ہے۔ پھر وہ پتیاں ٹہنیاں بنتی ہیں اور ایک دن ہوتا ہے کہ وہ پک کر اپنی عمر کھا کر یا وقت پر مزید پانی نہ ملنے سے زرد اور پھر خشک ہو جاتی ہیں اور کاشتکار ان کو اکھاڑ کر اُکھاڑ کر باہر پھینک دیتا یا جَلا دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جانور انہیں روند کر چُورا چُورا کر دیں اور وہ ہوا میں اڑتی پھریں اور معاملہ ختم ہو جائے۔ یہی حالت تمہاری زندگیوں کی ہے۔ دنیا کی بہار چند روزہ ہے، آخر جاتی رہے گی۔ اور جب تمہارا زمانہ یہاں سے ختم ہو جائے گا تو وہ

قرآن پاک کی پیشین گوئی

تاریخ میں ہمیں بہت سے ایسے ذہین اور حوصلہ مند لوگ ملتے ہیں جنھوں نے اپنے یا دوسرے کے بارے میں پیشین گوئی کی جرأت کی ہے۔ مگر ہمیں معلوم ہے کہ زمانے نے کبھی ایسے لوگوں کی تصدیق نہیں کی۔ موافق حالات غیر معمولی صلاحیت، اعوان و انصار کی کثرت اور ابتدائی کامیابیوں نے اکثر لوگوں کو اس دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ وہ ایک ایسے انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں یا بڑھ سکتے ہیں جو عین ان کی اپنی مرضی کے مطابق ہے۔ انھوں نے فوراً ایک یقینی انجام کا دعویٰ کر دیا۔ مگر تاریخ نے ہمیشہ اس قسم کے دعوؤں کی تردید کی ہے اس کے برعکس بالکل مخالف اور ناقابل قیاس حالات میں بھی قرآن کے الفاظ اس طرح صحیح ثابت ہوئے کہ ان کی توجیہ کے لئے تمام انسانی علوم بالکل ناکافی ہیں۔ ہم انسانی تجربات کی روشنی میں کسی طرح ان کو سمجھ نہیں سکتے۔ ان کی توجیہ کی واحد صورت صرف یہ ہے کہ ان کو غیر انسانی ہستی' کی طرف منسوب کیا جائے۔

نپولین بونا پارٹ اپنے وقت کا عظیم جنرل تھا۔ اس کی ابتدائی کامیابیاں بتاتی تھیں کہ وہ سیزر اور اسکندر کے لئے بھی ایک قابلِ رشک فاتح ثابت ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نپولین کے ذہن میں یہ خیال پرورش پانے لگا کہ وہ تقدیر کا مالک ہے۔ اس کو اپنے اوپر اتنا اعتماد ہوگیا کہ اپنے قریبی مشیروں تک کے مشورے کو قبول کرنا اس نے چھوڑ دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ کامل غلبہ کے سوا میرا کوئی دوسرا انجام نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کا جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ ۱۲ رجون 1815ء کو نپولین اپنی سب سے بڑی فوج لے کر پیرس سے روانہ ہوا کہ دشمن کو اس کے راستہ ہی میں ختم کر دے۔ اس کے چھ دن بعد واٹرلو (بلجیم) میں ڈیوک آف ولنگٹن (DUKE OF WEILINBTON) نے خود اس کو فیصلہ کن شکست دینے میں کامیابی حاصل کی جو اس وقت برطانیہ، ہالینڈ اور جرمنی کی فوجوں کی کمانڈ کر رہا تھا۔ اب نپولین کی ساری امیدیں ختم ہوگئیں۔ وہ اپنا تخت چھوڑ کر امریکہ کے ارادے سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر ابھی ساحل پر پہنچا تھا کہ دشمن کے نگراں دستوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس کو مجبور کیا وہ ایک برطانوی جہاز پر سوار ہو۔ اس کے بعد اس کو جلا وطنی کی زندگی گذارنے کے لئے جنوبی اٹلانٹک کے جزیرہ سینٹ ہیلینا پہنچا دیا گیا جہاں وہ تنہائی اور تلخ حالات میں پڑا پڑا ۵ رمئی ۱۸۲۱ء کو مر گیا۔

مشہور کمیونسٹ مینی فسٹو جو ۱۸۴۸ء میں شائع ہوا، اس میں سب سے پہلے جس ملک میں اشتراکی انقلاب کی امید ظاہر کی گئی تھی وہ جرمنی ہے۔ مگر ایک سو بیس برس گذرنے کے بعد بھی جرمنی اب تک اس "انقلاب" سے نا آشنا ہے۔ مئی ۱۸۴۹ء میں کارل مارکس نے لکھا تھا۔

"سرخ جمہوریت پیرس کے اوپر جھانک رہی ہے"

اس پیشین گوئی کو ایک صدی سے زیادہ مدت گذر گئی۔ مگر ابھی تک پیرس کے اوپر سرخ جمہوریت کا آفتاب نہیں نکلا۔

اڈولف ہٹلر نے ۱۴ر مارچ ۱۹۳۶ء کو میونخ کی مشہور تقریر میں کہا تھا۔

"میں اپنے راستہ پر اس اعتماد کے ساتھ چل رہا ہوں کہ غلبہ میرے حق میں مقدر ہو چکا ہے"

A STUDY OF HISTORY (ABRIDGEMENT) P.447

مگر ساری دنیا جانتی ہے کہ جرمنی کے اس عظیم ڈکٹیٹر کے حق میں جو چیز مقدر تھی وہ یہ کہ شکست کھائے اور خودکشی کر کے اپنی جان دے۔ خود اپنے ملک میں ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ جنوری ۱۹۵۴ء میں مدورا میں کمیونسٹ پارٹی کی تیسری کانگریس کے موقع پر کمیونسٹ کے لیڈر مسٹر پی۔ سی۔ جوشی نے اعلان کیا تھا کہ:-

"ہندوستان کے آئندہ عام الیکشن میں کمیونسٹ پارٹی ٹراونکور کوچین (کیرلا) مدارس آندھرا، مغربی بنگال اور آسام میں اپنی وزارت بنائے گی"

اس کے بعد کئی الیکشن آئے اور چلے گئے۔ مگر حالات نے ان الفاظ کی تصدیق نہیں کی۔ اس طرح کی بے شمار مثالوں کے ہجوم میں صرف کتابِ الٰہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے جس جس چیز کی پیشین گوئی کی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ یہ واقعہ اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ یہ کلام ایسے مافوق ذہن سے نکلا ہے جس کے قبضہ میں حالات کی باگ ڈور ہے اور جو ازل سے ابد تک کی خبر رکھتا ہے۔

۱۔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسلام کی دعوت شروع کی تو تقریباً تمام عرب آپؐ کا مخالف ہوگیا۔ ایک طرف مشرک قبائل تھے جو آپؐ کے جانی دشمن ہو گئے۔ دوسری طرف یہودی سرمایہ دار تھے۔ تیسری طرف منافقین تھے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے مگر ان کا مقصد یہ تھا کہ آپؐ کی جماعت میں گھس کر آپ کی تحریک کو اندر سے ڈائنا میٹ کریں۔ اس طرح طاقت، سرمایہ اور اندرونی سازش۔ سہ طرفہ مخالفتوں کے طوفان میں آپؐ اس طرح اپنی تحریک چلا رہے تھے کہ تھوڑے سے غلاموں اور کمزور لوگوں کے سوا کوئی آپؐ کا ساتھی نہ تھا۔ مکہ کے سربرآوردہ لوگوں میں سے گنتی کے چند آدمی جو آپؐ کا ساتھ دینے کے لئے نکلے، ان کا یہ حال ہوا کہ آپؐ کی طرف آتے ہی وہ اپنی برادری سے کٹ گئے اور ان کی بھی اسی طرح دشمن ہو گئی جس طرح وہ خدا کے رسولؐ کی دشمن تھی۔

یہ تحریک یوں چلتی رہی۔ یہاں تک کہ حالات اس قدر شدید ہو گئے کہ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کر جانا پڑا۔ اس طرح آپؐ اور آپؐ کے ساتھی، جو پہلے ہی نہتے اور کمزور تھے، مدینہ میں اس حالت میں جمع ہوئے کہ اپنے وطن میں جو کچھ ان کے پاس تھا وہ بھی چھن چکا تھا۔ مدینہ میں ان لوگوں کی بے کسی کا کیا عالم تھا، اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ میں جو آپؐ کے ساتھی جمع ہوئے تھے، ان میں ایسے لوگ بھی تھے جن کے رہنے کے لئے کوئی باقاعدہ مکان نہیں تھا۔ وہ چھپر پڑے ہوئے ایک چبوترے پر زندگی گذارتے تھے۔ اسی مناسبت سے ان کا نام "اصحاب صفہ" پڑ گیا تھا۔ اس چبوترے پر مختلف اوقات میں جو لوگ رہے، ان کی تعداد تقریباً چار سو بتائی جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر آدمیوں کو دیکھا ہے جن میں سے ہر شخص کا حال یہ تھا کہ اس کے پاس یا تو صرف ایک تہمد تھی یا صرف ایک چادر وہ اس کو اپنی گردن سے باندھ لیتا تھا اور وہ اس کی پنڈلی تک لٹکتا رہتا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ

آج کے متلون دور میں اسلافؒ کے حالات سے باخبر ہونا اشد ضروری ہے

تقریر استاذ العلماء حضرت مولانا محمد ظہور الحق صاحب مدظلہ مدرس جامع مدینہ لاہور و خطیب جامع مسجد پہرانوالی

(تحریر، مولوی محمد سعید صاحب ہزاروی)

نوٹ :- استاذی المکرم مدظلہ کی یہ تقریر اور گذشتہ شمارہ میں برادر محترم مولوی محمد سعید صاحب ہزاروی اور مولوی عبدالشکور صاحب کے مقالے اس جلسہ کی بقیہ کاروائی ہے جو جمعیۃ الطلبہ جامعہ مدینہ (لاہور) نے حضرت شیخ التفسیرؒ کی یاد میں چند ہفتے پہلے منعقد کیا تھا۔

(خطبہ مسنونہ کے بعد) حضراتِ سامعین!

آج کی یہ مجلس اپنی نوعیت کی منفرد مجلس ہے۔ میں جمعیۃ الطلبہ کو اس شاندار اور روح پرور محفل کے اہتمام کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میں اراکین جمعیۃ کا نہایت ہی مشکور ہوں۔ جن کی مساعیٔ جمیلہ سے مجھے اس مبارک اجلاس میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ اس اجلاس کا اہتمام کر کے اراکین جمعیۃ نے باقی تمام رفقاء کے لئے بہترین نمونہ پیش کیا۔

برادرانِ محترم! یہ ایک ناقابل انکار حقیقت اور ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ ہم ایسے دور میں آئے کہ اپنے اسلاف کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے۔ ان کی مبارک اور مقدس زندگیوں کا مشاہدہ نہ کر سکے۔ آج ہمارے دینی طلبہ کی ذہنی پراگندگی کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اسلاف کی صحبت سے محروم ہیں۔ ہم ان اکابر کی زندگیوں کا مشاہدہ نہیں کر سکے جن کے متعلق یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ "دامن نچوڑیں تو فرشتے وضو کریں" پھر اس پر مزید یہ کہ ان کی زندگیوں کے صحیح حالات سے بھی ہمیں کما حقہٗ خبر نہیں۔ جن کی ہمیں اس متلون دور میں اشد ترین ضرورت ہے۔

اس لئے مجھے پھر یہ کہنے میں باک نہیں کہ جمعیۃ الطلبہ نے اکابر کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اس طرح کے جلسوں کی ابتدا کر کے اپنے تمام طلباء بھائیوں کی رہنمائی کی۔ اراکین جمعیۃ کو اس مبارک اقدام پر جس قدر بھی ہدیۂ تبریک پیش کیا جائے کم ہے۔

حاضرین کرام! جس مقدس ہستی کے تذکرۂ زندگی کے لئے یہ تقریب منعقد کی گئی ہے ان کے کمالاتِ روحانی کا تعین تو کوئی صاحبِ دل ہی کر سکتا ہے۔ میں تو ایک ظاہر بین شخص ہوں صرف ظاہری باتیں ہی جان سکتا ہوں۔

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اگر آپ نے ظاہری مقام معلوم کرنا ہے تو پھر آپ یہ بات ذہن میں رکھ لیجئے کہ انگریز قوم کی تاریخ میں یہ بات جلی عنوان سے موجود ہے کہ اس قوم نے اپنے دشمن سے انتقام کبھی بھی سامنے سے وار کر کے نہیں لیا۔ بلکہ انتقام کی انتہائی دردناک صورت اختیار کی۔ اور وہ یہ کہ اپنے دشمن کو اس کی قوم ہی کے ہاتھوں ذلیل اور رسوا کرنے کی کوشش کی۔ یہ وہ حسرت ناک حالت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اولوالعزم پیغمبروں کو بھی نہایت افسوس سے کہنا پڑا۔ ولکن لا تحبون الناصحین۔

انگریز کی اس ناپاک پالیسی کا نتیجہ تھا کہ اس کے چلے جانے سے بعد اس کے بنائے ہوئے پلان کو نہ چھوڑا گیا اور خدا کے وہ بندے جن کی تمام زندگیاں اس ملعون قوم کے قدم اکھاڑنے میں صرف ہو گئی تھیں خود اپنی قوم کے عتاب میں آ گئے۔ حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ۔ حضرت شیخ التفسیرؒ اور دیگر اکابرین دیوبند انگریز دشمنی کے باعث ہمیشہ اپنی ہی قوم کے معتوب رہے۔

حضرت شیخ التفسیرؒ نے عام جلسوں میں بارہا یہ واضح الفاظ میں فرمایا کہ لاہوریو! تم حسین احمد کو ہندوؤں کا زرخرید کہتے ہو۔ خدا کی قسم احمد علی کے دماغ میں بھی وہ علم نہیں جو حسین احمد کی جوتیوں میں ہے۔ اس سے جہاں حضرت مدنی کی رفعت شان معلوم ہوئی وہاں یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت شیخ التفسیر انتہائی درجہ متواضع اور بے نفس تھے۔ (رحمہما اللہ تعالےٰ علیہ)

حضرت شیخ التفسیر نے انگریز قوم کی ہر طرح مخالفت کی۔ باوجودیکہ آپ کو بے حد ستایا گیا، بہت تنگ کیا گیا۔ محبوس کیا گیا، بے وطن کر دیا گیا مگر آپ اس ملعون قوم کی دشمنی سے باز نہ آئے۔ گویا انگریز دشمنی آپ میں کوٹ کوٹ کے بھری تھی۔ یہاں تک کہ انگریز کی بنی ہوئی چیز سے بھی احتراز فرماتے۔

میرے دوستو! پاکستان بننے سے پہلے لاہور کی یہ کیفیت نہ تھی جو آج آپ کو نظر آ رہی ہے۔ نہ یہاں مسلک حقہ کے جامعہ مدینہ اور جامعہ اشرفیہ ایسے شاندار ادارے تھے۔ نہ ہی معاونین ومتعلمین کی یہ کثرت — صرف شیخ التفسیر کی ذات بابرکات تھی جو ایک طرف انگریز سے مقابلہ اور دوسری طرف انگریز کے پھیلائے ہوئے جال سے اپنی قوم کو بچاتا رہا اور بلاخوف لومۃ لائم دین حق کی تبلیغ و تعلیم فرماتا رہا۔ آپ زندگی کی آخری سانس تک اسی کام میں مشغول رہے۔

میں حضرت جانشین شیخ التفسیر مدظلہ کا نہایت شکر گذار ہوں جنھوں نے قدم رنجہ فرما کر ہمیں اپنے اسلاف کے تذکرہ سننے کا موقعہ مرحمت فرمایا۔ اگر آپ تشریف آوری کا وعدہ نہ فرماتے تو شاید یہ تقریب منعقد نہ ہوتی ؎

کہاں میں اور کہاں نکہت گل ہے
نسیم صبح تیری مہربانی ہے

آپ کی بدولت حضرت احسان دانش صاحب کے ملفوظات سننے کا موقعہ ملا۔ ورنہ اس قدر ٹھنڈ اور مصروف ہستی کا آنا بہت مشکل ہے۔

جہاں تک میرے معلومات کا تعلق ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا دو دینی اداروں سے کافی تعلق تھا۔ ایک دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، اور دوسرا جامعہ مدینہ لاہور۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا محمد عبیداللہ انور کو بھی ان دو اداروں سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس ادارہ کے طلبہ کی دلداری کے لئے تمام کام چھوڑ کر تشریف لائے۔ اللہ ان کے اس تعلق کو ہمیشہ قائم رکھے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

لائل پور میں

حافظ محمد الیاس صاحب منصور آباد

اور

محمد اسحاق نیوز ایجنٹ چوک گھنٹہ گھر

سے حاصل کریں

دینی تعلیم کی اہمیت

مولانا اقبال احمد قاسمی - کوہنڈہ اعظم گڑھ

تاریخ کے ہر دور میں انسانوں کے تین گروہ پائے گئے ہیں جو اپنے پسندیدہ طریقوں تصوّر و دین کے مطابق زندگی گذارتے اور اپنی زندگی کے مسائل حل کرتے رہتے ہیں - ان کے اپنے پسندیدہ طریقوں کے مطابق ان کی زندگیوں کے نقشے بنے، ان کی معاشی و اقتصادی تمدنی و سماجی علمی و ادبی اور قومی و ملّی مسائل کا حل تلاش کیا گیا - اور دنیا کے حالات پر ان کے گونہ گوں اور ایک دوسرے سے مختلف و متضاد اثرات مترتب ہوئے -

ان میں سے پہلا گروہ ان لوگوں کا ہے جنھوں نے اپنے مسائل حیات کے حل کے لئے کسی خارجی ہدایت و رہنمائی زندگی کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے کے لئے کسی ناخن عقدہ کشا، معرکہ حیات کے لئے کسی فیصلہ کن طاقت زندگی کی تاریک راہوں کے لئے کسی مشعلِ ہدایت اور منزل مقصود تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کسی رہبر و رہنما کی ضرورت نہیں محسوس کی - حد یہ ہے کہ وہ اس منظم اور مربوط نظام کائنات کو بخت و اتفاق کا نتیجہ اور مختلف مادی اجسام کے ٹکراؤ اور تصادم کا ثمرہ سمجھتے ہیں - انھوں نے زندگی کو دیوانے کا خواب سمجھا جس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی اور جب انھوں نے کائنات خالق کی تخلیق کی یہ غلط توجیہ کی تو ان کا زاویہ نگاہ کج ہوگیا اور اب انہیں یہاں کی ہر چیز کج نظر آنے لگی -

خشت اول گر نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

جب انھوں نے کائنات کے خالق اور منتظم و مدبر کی حیثیت سے کسی ہستی کو تسلیم نہیں کیا تو اپنی زندگی میں اس سے رہنمائی چاہنے کا سوال ہی خارج از بحث ہے - چنانچہ وہ کسی خارجی ہدایت کے بغیر زندگی گذارتے رہے اور اپنی زندگی کے مسائل من مانے طریقوں سے حل کرتے اٹکل پچو قوانین وضع کرتے، دستور بناتے اور بگاڑتے رہے - ان کے آئین و دستور کی مثال بچوں کے ان گھروندوں کی ہوگئی جو بار بار بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں الٰہی قانون ہدایت اور خدائی نظام زندگی سے مستغنی ان انسانوں کی حالت اس اندھے سے مشابہ ہو گئی جسے نہ تو خود راستہ نظر آتا اور نہ ہی کوئی رہنمائی اور نشاندہی کرنے والا ہے اور وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے - کبھی ادھر جاتا ہے کبھی اُدھر - کبھی کسی دیوار سے سر ٹکرا رہا ہے کبھی کسی گڈھے میں گر پڑتا ہے -

دوسرا گروہ انسانوں کا وہ ہے جو مذکورہ بالا پہلے گروہ سے قدرے مختلف ہے - یہ پہلے گروہ کی طرح کائنات کو یتیم اور کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ نہیں قرار دیتے بلکہ اس کا ایک خالق مانتے اور کسی کو اس کا مدبّر و منتظم سمجھتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہی ہستی کائنات کے اس عظیم الشان نظام کو کنٹرول کر رہی ہے البتہ وہ اس بات کے منکر ہیں کہ کائنات کی دوسری اشیاء کی طرح انسانی زندگی کے تمام معاملات و مسائل پر بھی اسی کا کنٹرول ہونا چاہئے - بلکہ اس کے برعکس انھوں نے اپنی زندگی میں سے قیصر و کلیسا کے حصے الگ الگ کر رکھے ہیں کلیسا کی مجال نہیں کہ وہ قیصر کے حدود و اختیارات میں قدم رکھ سکے - البتہ قیصر کو اس بات کی کھلی چھٹی ہے کہ وہ کلیسا کے حقوق پر دست اندازی کرے - فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ وہ اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات شخصی اور بین الاقوامی مسائل، معاشی و سماجی ضوابط اور حکمرانی و فرمانروائی کے اصول کو خدا کی مرضی و ہدایت کی دسترس سے خارج اور اس کی رسائی سے بالاتر سمجھتے ہیں - وہ ان تمام چیزوں میں مذہب اور خدا کی دخل اندازی کو دخل در معقولات اور اپنے دائرۂ اختیار سے باہر قدم رکھنے سے تعبیر کرتے ہیں - ان کے نزدیک مذہب انسان کا پرائیویٹ معاملہ ہے جس کا دائرۂ کار انسان کی انفرادی زندگی کے مخصوص معاملات تک محدود ہے - وہ اپنی زندگی کے مخصوص لمحات میں مخصوص مقامات پر مخصوص طریقوں سے مراسم بندگی بجا لاتے ہیں - ان کا تعلق اپنے خدا کے ساتھ عارضی اور وقتی نوعیت کا ہوتا ہے - جب تک وہ اپنے معابد میں مذہبی مراسم ادا کرتے رہتے ہیں تب تک وہ خدا کے بندے اور خدا ان کا معبود ہوتا ہے - اور یہ عارضی تعلق عبادت گاہ سے باہر قدم رکھتے ہی ختم ہو جاتا ہے - پھر وہ اپنی من مانی کرنے کے لئے آزاد ہو جاتے ہیں - غرض ان کا مذہب صرف نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین اور پوجا پاٹ کا مذہب ہے - باقی امور اس کی روشنی اور ہدایت سے محروم ہوتے ہیں -

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو ان دونوں متذکرہ بالا گروہوں سے بنیادی طور پر مختلف ہیں - وہ نہ تو پہلے گروہ کی طرح کائنات کو بے خدا اور یتیم سمجھتے ہیں اور نہ دوسرے گروہ کی طرح خدا کو وجود معطل اور کاروبار جہاں سے بے تعلق مانتے ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ کائنات کو خدا کی قدرت تخلیق کا کرشمہ اور خدا کو کائنات کا مدبّر و مربی، مالک و حاکم اور سرپرست و نگہبان تسلیم کرتے ہیں - ان کی زندگیوں کا رنگ ان کی زندگیوں سے مختلف اور ان کا اندازِ فکر و عمل ان سے یکسر جدا ہے انھوں نے اپنی زندگی کو مختلف اکائیوں میں نہیں بانٹ رکھا ہے بلکہ ان کی زندگی ایک کل ہے جسے انھوں نے پورے کا پورا اپنے خالق کے قدموں میں ڈال دیا ہے - وہ اپنی ہر ضرورت پر اسی ایک کو پکارتے ہیں، اپنی زندگی کے تمام مسائل خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، علمی ہوں یا ادبی، ملی ہوں یا سماجی، ملکی ہوں یا بین الاقوامی اسی کی ہدایت و رہنمائی میں طے کرتے ہیں - ان کا خدا ان کی پوری زندگی کا خدا ہے وہ مسجد میں بھی اپنے خدا کے غلام ہیں اور بازار میں بھی - وہ عبادت بھی اسی کے بتائے ہوئے طریقے سے کرتے ہیں اور تجارت و سوداگری بھی، وہ معاہدہ صلح بھی اس کی ہدایت کی روشنی میں طے کرتے ہیں اور اعلانِ جنگ بھی، وہ اپنے ہمسایوں سے بھی اسی کی مرضی کے مطابق برتاؤ کرتے ہیں اور بین الاقوامی تعلقات بھی اسی کی ہدایات کے تحت استوار کرتے ہیں - وہ آزاد و خود مختار نہیں بلکہ پابند و محکوم ہیں - وہ اپنے مالک کے سرکش اور باغی نہیں بلکہ اس کے مطیع و منقاد ہیں - وہ خدا کے مقرر کردہ حدود سے باہر قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرتے ان کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو مضبوط زنجیر میں اپنے کھونٹے سے بندھا ہو - وہ خدا سے ہر آن ڈرتے اور اس سے ہر وقت محبت کرتے رہتے ہیں، وہ بیم و رجا کی ایک ایسی ملی جلی کیفیت کے ساتھ خدا کو یاد کرتے ہیں جس کا کوئی نام نہیں، وہ جس ہستی سے ڈرتے ہیں اسی کی پناہ لیتے ہیں -

تعلیمی نظریات

یہ تینوں گروہ اپنے اپنے نظام زندگی کی اشاعت اور ترویج و تبلیغ کے لئے نیز عوام کو اپنا ہمنوا بنانے اور دنیا میں اسے نافذ و

غالب کرنے کے لئے مخصوص صلاحیت و کردار کے پُرجوش کارکن تیار کرتے ہیں جو خوش اسلوبی اور کامیابی کے ساتھ ان کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچا سکیں اور انہیں اپنا ہم آہنگ بنا سکیں اس کے لئے وہ اپنے کارکنوں کو خاص ڈھنگ سے تیار کرتے ہیں اور مخصوص انداز میں ان کی تعلیم و تربیت کا نظم کرتے ہیں۔ اس طرح تین اہم تعلیمی نظریات وجود میں آئے۔

۱۔ اشتراکی نظریہ تعلیم (۲) جمہوری نظریہ تعلیم ۳۔ اسلامی نظریہ تعلیم۔

اشتراکیت

ایک خالص مادہ پرستانہ نظام زندگی ہے جو مذہب اور مذہبی معتقدات کا سخت مخالف ہے۔ خصوصاً اسلام کا کٹر دشمن ہے۔ اسلام اور اشتراکیت دو متوازی لائنیں ہیں جو کہیں ایک دوسری سے نہیں ملتیں۔ اگر اسلام کا قبلہ مکہ میں ہے تو اشتراکیت کا ماسکو اور پیکنگ ہیں۔ اسلام کی بنیاد اگر توحید، رسالت اور آخرت پر ہے تو اشتراکیت انہیں ڈھکوسلہ قرار دیتی ہے۔ اسلام کا معبود خدا، رسول محمدؐ اور دستورِ حیات قرآن ہے تو اشتراکیت مادہ کو معبود، کارل مارکس کو پیغمبر اور کیپٹل کو دستورِ حیات کی حیثیت دیتی ہے۔ یہ ایک معاشی نظام ہے جو انسان کے تمام مسائل کو معاش ہی کے گرد چکر دیتی ہے۔ اسے انسان کا صرف پیٹ نظر آتا ہے۔ اس کی روحانی اور باطنی ضروریات اس کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہیں۔ وہ انسان کو ایک معاشی حیوان سے زیادہ وقعت نہیں دیتی۔ یہ سماج کے صرف ایک طبقہ پرولتاریہ (مزدور) کی نمائندگی کرتی ہے۔ اور بورژوا طبقہ (سرمایہ دار) سے حقوقِ زندگی تک چھین لینا چاہتی ہے۔ یہ انفرادی اور شخصی ملکیت کی مخالف ہے۔ تمام ذرائع آمدنی کو نیشنلائز کر کے اسٹیٹ کی تحویل میں دے دیتی ہے۔ یہ طبقاتی کشمکش کو ہوا دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرتی ہے چونکہ اس کے تمام اصول خلافِ فطرت ہیں۔ اس لئے ہمیشہ جوابی انقلاب کا خطرہ رہتا ہے جس سے نمٹنے کے لئے اسے جبر و استبداد اور آمریت کا سہارا لینا پڑتا ہے اس طرح اشتراکی ممالک ایک وسیع قید خانہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں بلکہ جانوروں کے ایک لمبے چوڑے باڑے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ لوگوں کا انفرادی مفاد اس کے نزدیک لائقِ اعتنا نہیں ہوتا۔ اسٹیٹ ہی اس کے نزدیک سب کچھ ہے۔ اس لئے اس کے علمبردار تعلیم کے ذریعہ طلبہ کی فطری صلاحیتوں کو اس انداز سے موڑتے ہیں کہ وہ اپنی انفرادیت کو اجتماعیت کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھا دیں اور اسٹیٹ کے بے نفس خادم بن جائیں۔ وہ طلبہ کو مذہب دشمن اور خدا کا باغی بناتے ہیں۔ انہیں معاشی حیوان بن کر رہنا سکھاتے ہیں اور ان کے دلوں میں طبقاتی منافرت کی آگ بھڑکاتے ہیں۔

جمہوریت

مشہور نظام جو دنیا کے بیشتر ممالک میں رائج اور اپنے بلند بانگ دعوؤں اور ظاہر فریب نعروں کی وجہ سے مشہور ہے۔ ڈکٹیٹر شپ اور مطلق العنانی کے برعکس اس میں اقتدارِ اعلیٰ عام باشندگانِ ملک کو حاصل ہوتا ہے اس میں موروثی کے بجائے عوام کی منتخب حکومتیں ملک کا نظم چلاتی ہیں۔ اشتراکی ممالک کی طرح یہاں خونی انقلاب نہیں آتے بلکہ یہاں ہر تبدیلی آئینی اور دستوری راہوں سے آتی ہے۔ عوام اپنے ووٹوں کے ذریعہ حکومت کی باگ ڈور جس کو چاہتے ہیں سونپ دیتے ہیں۔ ہر بالغ کو ووٹ دینے اور امیدوار بننے کا حق ہوتا ہے۔ اور ایک سے دوسرے الیکشن تک عموماً چار یا پانچ سال کا وقفہ ہوتا ہے۔ ملک کے ہر شہری کو تحریر و تقریر اور عقیدہ و مسلک کی آزادی اور اپنے نظریہ کی تبلیغ و اشاعت کا بنیادی حق حاصل ہوتا ہے۔ جماعت سازی ملک کے مفاد میں پروگرام پیش کرنے، اسکیم بنانے اور دوسروں پر تعمیری تنقید کو گوارا کیا جاتا ہے۔ رنگ و نسل اور مذہب و عقیدہ کی بنیاد پر تفریق غلط سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ جمہوریت کی بقا اور استحکام افراد کی صلاحیتوں پر مبنی ہوتا ہے اس لئے اس نظامِ تعلیم کا مقصد ہے "ملک کے لئے اچھے شہری فراہم کرنا۔"

اسلامی نظریۂ تعلیم

اسلام ربِ کائنات کی طرف سے انسان کے لئے مکمل نظامِ زندگی ہے وہ انسان کو پورے طور پر اپنے دائرے میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً۔

اے ایمان لانے والو پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

اسلام انسان کے تمام چھوٹے بڑے مسائل کو زیرِ بحث لاتا ہے وہ انسان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے اس کی زندگی کے سارے روشن اور مخفی زاویوں کو اپنے نورِ ہدایت سے منور کرتا ہے۔ فرد کے شخصی اور انفرادی معاملات سے لے کر اجتماعی اور بین الاقوامی مسائل تک کو چھیڑتا اور ان میں بروقت اور مناسب ہدایت دیتا ہے۔ عبادت و پرستش کا مسئلہ ہو یا صنعت و تجارت کا معاش و اقتصاد کا معاملہ ہو یا شعر و ادب کا، صلح و امن کا ماحول یا ضرب و قتال کا حکومت و اقتدار کی بات ہو یا عدل و قضا کی، اجیر و مستاجر کی کش مکش ہو یا محنت و سرمایہ کی، نکاح و طلاق کا قضیہ ہو یا ترکہ و میراث کا، امیر و مامور کے فرائض و اختیارات ہوں یا خادم و مخدوم کے حقوق و مطالبات ——— ہر مسئلہ میں اس کی واضح اور بے داغ اصولی اور عملی رہنمائی موجود ہے۔

اسلام ایک ہی دین ہے جو تمام انسانیت سے مطلوب ہے۔ یہ واحد نظامِ حیات ہے جو ابتدائے آفرینش سے تا قیامِ ساعت انسانوں کے لئے خدا کا پسندیدہ دین ہے۔

ان الدین عند اللہ الاسلام

دین تو اللہ کے نزدیک قابلِ قبول اسلام ہی ہے۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ

اور جو کوئی اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

اسلام کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود انسان کی تاریخ۔ یہی دین ہے جو ہر دور میں بنیادی طور پر تمام انبیاء کی دعوت اور ہر زمانے میں انسانوں کا رہنما ہے۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ۔

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا اور جس کی راہ (محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا وہ یہ کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

توحید رسالت، آخرت، خلافت بنی آدم، وحدت و مساوات اور آزادی عقیدہ و مسلک اس نظام کی بنیادی اساس ہیں۔ ان اساسی تصورات سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم و تربیت کا مقصد یہ ہے "فرد کو اللہ کا صالح بندہ بنانا اور ایک صالح معاشرہ وجود میں لانا" اسلامی نظامِ تعلیم ہی وہ فطری اور ہمہ گیر نظام ہے جو انسانی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو نمایاں اور اس کی تمام فطری قوتوں اور صلاحیتوں کو اُجاگر کرتا ہے۔ یہی وہ نظامِ تعلیم ہے جو ہر پہلو

سے مکمل، مفید اور اللہ تعالےٰ کی نظر میں مستند ہے۔ یہی واحد نظام تعلیم ہے جس میں انسانیت کی فلاح وبہبود اور کامرانی کا راز مضمر ہے۔ اسی کو اپنا کر موجودہ تعلیمی مسائل کا حل نکالا جا سکتا ہے اور آئندہ نسلوں کا مستقبل تابناک بنایا جا سکتا ہے۔ باقی جتنے نظامہائے تعلیم ہیں وہ سب مصنوعی، ایک رُخے، ناقص اور انسانیت کے لئے مضر ہیں۔ وہ علم کے نام سے جہالت روشنی کے نام سے تاریکی اور نظم وضبط کے نام سے انتشار و انارکی پھیلاتے ہیں۔

یورپ میں بہت روشنیِ علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

وہ انسان کو انسانیت سے عاری کر کے اسے وحشت و بربریت، خود غرضی و نفس پرستی اور مختلف قسم کے قومی، وطنی، لونی، نسلی و لسانی اور طبقاتی تعصبات میں مبتلا کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ فلسفہ ومنطق، سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی ہوئی۔ بڑے بڑے اور عظیم الشان ڈیم تیار ہوئے، عالیشان پروجیکٹس زیر عمل آئے۔ لیکن انسانیت کی رگِ حیات کا آخری قطرۂ خون تک نکل گیا۔ یہ انسان کے بے شمار مسائل کو لاینحل چھوڑ کر خلا اور سیاروں کو مسخر کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے پچھا سعدی کے الفاظ میں اس سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ ؎

تو کار جہاں را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

مگر آج کے اس ہنگامہ رستاخیز میں کسے فرصت ہے کہ سعدیؒ کے اس سوال کو سُنے اور کسے مہلت ہے کہ وہ اس کا جواب دے۔ اسی غیر اسلامی نظام تعلیم کے فروغ و ترقی کا نتیجہ ہے کہ آج کا انسان سورج کی شعاعوں کو قابو میں کر رہا ہے مگر اپنی زندگی کے قافلے کو تاریکی سے نکالنے کے لئے کوئی جتن نہیں کرتا۔ وہ زہرہ و مریخ پر کمندیں ڈالنے، چاند پر چھلانگ لگانے اور ستاروں کی گذرگاہوں کا سراغ لگانے میں منہمک ہے مگر اپنی زندگی کے کارواں کو بے راہبر اور بے منزل اتھاہ گمراہیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔

سائنس اور مذہب

سائنس اور مذہب انسانی تاریخ میں دو بار ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ پہلی بار ساتویں صدی عیسوی کے درمیان جس کا سلسلہ ۱۳۰۰ء تک پہنچتا ہے۔ اور دوسری بار سولھویں صدی عیسوی کے درمیان جو اب تک چلا آ رہا ہے۔ پہلا تصادم مشرق کی سرزمین میں ہوا جب اسلام کے علمبردار عرب سے نکل کر ایران اور روم کی تہذیبوں سے ٹکرائے۔ اس تصادم سے وہ تہذیب وجود میں آئی جس کو مسلم تہذیب (SARACENIC CIVILISATION) کہتے ہیں۔ دوسرا تصادم عیسائی مذہب اور یورپ کے ابتدائی دَور کے سائنس دانوں سے ہوا اور اس تصادم نے اس تہذیب کو جنم دیا جس کو عام طور پر مغربی تہذیب (WESTERN CIVILIZATION) کہا جاتا ہے۔

پہلی تہذیب خداپرستانہ تہذیب تھی اور دوسری تہذیب ملحدانہ تہذیب — پہلی تہذیب نے سائنس کو دین کی تقویت کے لئے استعمال کیا اور دوسری تہذیب کے ہاتھ میں سائنس دین کے خلاف مضبوط ترین ہتھیار بن گئی۔

دو یکساں واقعات کے درمیان انجام کے اس حیرت انگیز فرق کا راز اس امر میں چھپا ہوا ہے کہ پہلی بار سائنس کا تصادم صحیح مذہب (اسلام) سے ہوا۔ اور دوسری بار اس کا تصادم ایک بگڑے ہوئے مذہب (عیسائیت) سے ہوا۔ یہی وہ فرق ہے جس نے نتیجہ میں اتنا بڑا فرق پیدا کر دیا۔ سائنس کا سابقہ جب حقیقی مذہب سے ہوا تو وہ اس سے متاثر ہو کر اس کے اوپر ایمان لائی۔ اور جب غلط مذہب سے ہوا تو وہ مذہب سے متنفر ہو کر اپنی صداقت کے بے جا گھمنڈ میں مبتلا ہو گئی۔ پہلی بار کے تصادم میں مذہب، سائنس کو اپنی غذا بنا کر اس سے ایک نئی طاقتور تہذیب کو وجود میں لانے کا سبب بنا۔ اور دوسری بار خود مذہب سائنس کی غذا بن گیا۔ اور ایک ایسی تہذیب وجود میں آئی جو نہ صرف تارکِ مذہب ہے بلکہ ایسی کسی حقیقت کے وجود ہی کی منکر ہے جس کے نتیجہ میں مذہب جیسی چیز ماننی پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور مذہب کے تصادم کا افسانہ بالکل ایک اضافی چیز ہے اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ سائنس کا تصادم کس مذہب سے پیش آیا ہے۔ سائنس جب تک حقائق کائنات کو بیان کر رہی ہو، اس میں اور مذہب میں ٹکراؤ کا کوئی سوال نہیں۔ کیونکہ دونوں کا خالق ایک ہی خدا ہے۔ البتہ جب سائنس حقائق سے گذر کر کسی مفروضہ کو بیان کرے اور وہاں مذہب سے ٹکراؤ نظر آ رہا ہو تو اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ وہاں سائنس خود اس پوزیشن میں نہیں ہوتی کہ قطعیت کے ساتھ کوئی حکم لگا سکے۔

دینی تعلیم قرآن وحدیث کی نظر میں

خدا کی ذات و صفات کی حقیقی معرفت علم کے بغیر ناممکن ہے اور جب تک حقیقی معرفت حاصل نہ ہو تقوےٰ اور پرہیزگاری زندگی نہیں پیدا ہو سکتی۔ اللہ کے وہ بندے جو علم کی دولت سے مالامال ہیں۔ خشیت خداوندی کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جن کو علم کی دولت میسّر ہے۔

وہ شخص جسے دین کا صحیح اور مکمل علم نہ حاصل ہو شریعت کے اوامر و نہی اور احکامات وہدایات سے نابلد رہ جائے گا۔ اور دنیا میں ضلالت و گمراہی کا شکار ہو کر آخرت میں ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوگا۔ اس کے برعکس وہ شخص جو دین کا علم رکھتا ہے۔ دنیا میں ہدایت یافتہ اور آخرت میں کامیاب و فائز المرام ہوگا۔ ظاہر ہے یہ دونوں طرح کے لوگ خدا کی نگاہ میں یکساں مقام نہیں حاصل نہیں کر سکتے

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۰

طالبین علم کو خوشخبری دیتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سہل اللہ بہ طریقاً الی الجنۃ وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینھم الانزلت علیھم السکینۃ وحفتھم الرحمۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ ۰

جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرے گا اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دے گا اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھا ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتے اور اس پر بحث و گفتگو کرتے ہیں ان پر اللہ کی طرف سے اطمینان و سکون نازل ہوتا ہے۔ رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے۔ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ

تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

فضل العلم خیر من فضل العبادة فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب۔

علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر۔

اسی مسلسل ترغیب و تشویق کا اثر تھا کہ مسلمانوں نے علوم و فنون کی اشاعت و ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور ان میں ایسے اساطین علم پیدا ہوئے جن کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ جیسے ماہرین قانون، بخاری و مسلم اور شافعی و ابن حنبل جیسے محدثین رازی و غزالی جیسے مفکرین اور البیرونی و المسعودی جیسے جغرافیہ دان جابر بن حیان جیسا کیمیا دان، عمر خیام جیسا ماہر ہیئت و ریاضی اور الکندیؒ فارابی، ابن سینا، ابن طفیل، ابن ہیثم اور ابن رشید جیسے فلسفی انھوں نے اس وقت شمع علم و دانش فروزاں کی جب یورپ جہالت کے تاریک غار میں اوندھے منہ پڑا تھا۔

غفلت اور اس کے اسباب

یہ ہماری تاریخ کا تابناک پہلو تھا۔ اب اس کے تاریک رخ پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلئے۔ آج قومِ مسلم جمود و تعطل کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔ آج بھی وہی قرآن ہے۔ حضورؐ کے وہی الفاظ آج بھی ہمارے پردۂ سماعت سے ٹکراتے ہیں۔ مگر علم کے لئے وہ انگیخت و آمادگی ہمارے اندر پیدا نہیں ہوتی۔

آنے کو تو آتی ہیں جنوں خیز بہاریں
کیا جانئے اب کیوں ہمیں سودا نہیں ہوتا

آج مسلمانوں کے دل دین سے اور علم دین کی لگن سے خالی ہیں۔ آج مسلمان اپنا اور اپنے بچوں کا مستقبل دینی تعلیم سے نہیں اس مغربی تعلیم سے وابستہ کر چکا ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے کہا تھا۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

مگر دین سے اب کس کو اتنی دلچسپی ہے کہ اس کے خلاف کی گئی اس سازش کو ناکام بنائے۔

اگر آپ دینی تعلیم سے مسلمانوں کی اس غفلت کے اسباب کا سراغ لگانا چاہیں تو تین اہم اسباب آپ کے سامنے آئیں گے۔

(۱) مادیت کا غلبہ (۲) دین سے بیزاری (۳) ناقص نصاب تعلیم۔

مادیت کا غلبہ

مادیت کی مدھم رو جو کئی صدیاں پہلے سست رفتاری سے دھیرے دھیرے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں یورپ سے اٹھنے والے صنعتی انقلاب کے ساتھ ہی ایک مہیب سیلاب کی شکل اختیار کر لی اور دیکھتے دیکھتے پوری سرعت کے ساتھ کرۂ ارض کے بیشتر حصوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دنیا کے تمام ممالک میں اس طوفان کی گھن گرج سنائی دی۔ اور تمام قومیں اس سے متاثر ہوئیں۔ مسلمان جو مادیت کے برعکس ایک روحانی نظام پر ایمان رکھتے تھے وہ بھی اس کی آہنی گرفت سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس انقلاب کے ساتھ ہی فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر ملکوں ملکوں اور قوموں قوموں میں مادیت کی دوڑ شروع ہو گئی۔ مسلمان اپنا ایک الگ مطمح نظر اور جداگانہ نصب العین رکھتے ہوئے بھی اس مسابقت میں شامل ہو گئے۔ اور روحانی اقدار اور مذہبی روایات کو پس پشت ڈال دیا۔ اب عام طور سے مسلمانوں کا مقصدِ حیات بدل گیا۔ زیادہ سے زیادہ ترقی اور معاشی خوشحالی زندگی کا نصب العین قرار پا گیا اور اس کے حصول کے لئے تمام امکانی کوششیں صرف کی جانے لگیں جائز و ناجائز اور حرام و حلال کی بحثوں میں پڑے بغیر اس کے حصول کی اندھا دھند جدوجہد شروع ہو گئی۔ وہ تمام ذرائع و وسائل اختیار کئے جانے لگے جن سے مادی فوائد حاصل ہو سکیں، وہ ساری سرگرمیاں یا تو ترک کر دی گئیں یا کم کر دی گئیں۔ جو اس راہ میں مانع ہوئیں خواہ وہ روحانیت کی بقا اور اخروی کامیابی کے لئے کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہوں۔

مادہ پرستانہ ذہنیت کا یہ منحوس سایہ تعلیم پر بھی پڑا۔ اور تعلیم، دین اور دنیا دو خانوں میں تقسیم ہو گئی۔ مادہ پرستی کے دور میں مادی تعلیم کو خوب خوب فروغ حاصل ہوا۔ اور چھوٹے بڑے سب نے اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے اور اپنی اگلی نسل کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے اسی کو اپنایا۔ نوخیز نسل کی کھیپ کی کھیپ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پہنچتی رہی۔ اور مادی خوشحالی کے لئے روحوں کا قتل عام ہوتا رہا۔

دورِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
روح کو قبض کیا دے کے تجھے فکرِ معاش

دینی تعلیم سے غفلت کا دوسرا بنیادی سبب دین سے بیزاری ہے۔ مادیت کی دوڑ میں مسلمانوں کی حالت شروع میں تو اس مسافر کی سی تھی جس کے سامنے یکایک کوئی دوراہہ آ گیا ہے اور وہ فیصلہ نہ پا رہا ہو کہ کس راستے کو اختیار کرے۔ مسلمان بھی ایک دوراہے پر کھڑا تھا۔ ایک راستہ مادیت کا تھا جس پر چل کر دنیا کا عیش و آرام حاصل کیا جا سکتا تھا۔ جس میں معاشی خوشحالی تھی، دولت کی فراوانی تھی، سکون کی دعوت تھی، نوٹوں کی سرسراہٹ تھی، ہر روز روزِ عید تھا، ہر شب شب نشاط۔ دوسرا راستہ روحانیت کا تھا جو آخرت کی کامیابی کی ضمانت لیکن دنیا میں صبر و قناعت کی تعلیم دیتا تھا۔ یہاں ہر مزدوری ادھار تھی، وہاں

باقی ص۱۴ پر

بقیہ: قرآن پاک کی پیشین گوئی

اس زمانے کا خود اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد نبویؐ میں خاموش لیٹا رہتا تھا اور لوگ سمجھتے تھے کہ میں بیہوش ہوں۔ حالانکہ حقیقت صرف یہ تھی کہ مسلسل فاقے کی وجہ سے میں نڈھال ہو جاتا تھا۔ اور مسجد میں جا کر لیٹ رہتا تھا۔ (ترمذی)

چند انسانوں کا یہ بے سرو سامان قافلہ مدینہ کی زمین پر اس طرح پڑا ہوا تھا کہ ہر آن یہ خطرہ تھا کہ چاروں طرف اس کے پھیلے ہوئے دشمن اس کو اچک لے جائیں گے۔ مگر خدا کی طرف سے بار بار آپؐ کو یہ بشارت آئی تھی کہ تم ہمارے نمائندے ہو اور تمہیں کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ (کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی) ساری مخالفتوں کے علی الرغم اللہ تم کو غالب کر کے رہے گا۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

(صف)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو مکمل کر کے رہے گا خواہ منکروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ خواہ شرک کرنے والوں کو یہ کتنا ہی ناگوار گذرے۔

اس دعوے کو تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ سارا عرب آپؐ کے قدموں کے نیچے آ گیا۔ تھوڑے سے نہتے اور بے سرو سامان لوگ ان لوگوں پر غالب آ گئے جو تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ وقت جن کا ساتھ دے رہا تھا اور جن کے پاس ہتھیار اور ساز و سامان کا زبردست ذخیرہ موجود تھا۔ مادی اصطلاحات میں اس بات کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی کہ آپؐ کو عین اپنی پیشین گوئی کے مطابق عرب کے لوگوں اور ہمسایہ ملکوں پر کیسے اتنا زبردست غلبہ حاصل ہو گیا۔ اس کی صرف ایک ہی توجیہ ممکن ہے۔ وہ یہ کہ آپؐ خدا کے نمائندے تھے۔

(الجمعیۃ دہلی)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۸ مئی ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۵)

میں عرض کر رہا تھا سورتِ برآءۃ کے متعلق، اور اسی ضمن میں میں ایک قصہ عرض کر رہا تھا پاکستان کے "محقق صاحب" کا۔ ان کی برسی منانے پہ ایڈیٹر صاحب نے لکھا ہے کہ میں بھی چلا گیا وہاں پر رپورٹ لینے کے لئے ——— رپورٹیں وغیرہ تو لیتے رہتے ہیں جی! پھر اپنی رپورٹ بھی دینی پڑے گی۔ ہم سب کو دینی پڑے گی ——— كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ (الانفطار ۹ تا ۱۱) وہ سب کچھ جانتے ہیں، اندر کی بات بھی جانتے ہیں، باہر کی بات بھی جانتے ہیں، پڑھی ہوئی، بولی ہوئی بات بھی جانتے ہیں، دل کے ارادے بھی جانتے ہیں۔

تو وہ جب برسی منائی گئی اور اُن "محقق" صاحب کا جو تعارف کرایا گیا تو تعارف کرانے والے اُن کے جو "مخلص" "مرید" اور "معتقد" تھے، انہوں نے تعارف کرایا (میں عرض یہ خدمت میں کر رہا تھا کہ آج ہم کس دور سے گذر رہے ہیں) تعارف کراتے کراتے وہ کہہ گئے کہ جی میری ہمشیرہ کا جب نکاح تھا تو میں نے تکلیف دی کہ "حضرت! آپ آئیں اور میری ہمشیرہ کا نکاح باندھیں۔ "حضرت صاحب" تشریف لائے (مر گئے ہیں بیچارے) وہ نکاح باندھنے کے لئے جب بیٹھے (میں یہ لفظ ڈائری سے نقل کر رہا ہوں جو اخبار میں چھپی ہے) کہ ایک گھنٹہ میری بہن کی تعریف کی (ٹھیک ہے اپنی بچیاں ہوتی ہیں، بھتیجیاں ہوتی ہیں، کوئی حرج نہیں کہ نیک ہے صالح ہے، یہ ہے، وہ ہے) اور دولہے کے متعلق کہا کہ دولھا میاں! میں تو تجھے جانتا ہی نہیں ہوں اور اس کے بعد پھر کھانا پینا ہوا اور کھا پی کر وہ چلنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ "حضرت! آپ کو تو بلایا گیا تھا نکاح خوانی کے لئے اور یہ آپ کیا کر گئے؟ تو فرمانے لگے کہ نکاح نام ہے اعلان کا، اعلان میں نے کر دیا، بس کافی ہے ——— وہ ہمارے بھی نہیں آپ کے بھی نہیں کسی کے "محقق" گذرے ہیں اپنے زمانے میں (ابھی ایک سال ہوتا ہے) دنیا سے چلے گئے ہیں۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ سورتِ برآءۃ میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی ——— کیوں نہیں لکھی گئی؟ اس لئے کہ حضورؐ نے نہیں لکھی، صحابہؓ نے نہیں لکھی ——— اور کیوں نہیں لکھی؟ اس پر علماء نے پھر بحث کی ہے۔ صحابہ کے اقوال موجود ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سورۃِ برآءۃ میں چونکہ غضب کا اعلان ہے، چونکہ اللہ کے قہر کا اعلان ہے اور بسم اللہ میں رحمت اور شفقت ٹپکتی ہے۔ بسم اللہ میں کیا ہے؟ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (شروع اس اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے) اور سورتِ برآءۃ میں تو رحم کا ذکر نہیں، اس میں تو سب غضب ہی غضب ہے معلوم ہوتا ہے اسلام میں جمال ہے لیکن ساتھ جلال بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— میں نبی الرحمۃ بھی ہوں اور میں نبی الملحمۃ بھی ہوں۔ میں وہ بھی ہوں جو میدانِ جنگ میں یہ دعا دے سکتا ہے، طائف کے میدان میں، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اور میں وہ بھی کہ میدانِ حنین میں یہ بھی کہتا ہوں ؎

اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں سچا نبی ہوں، میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ میں وہ بھی ہوں جو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ان پر رحم کرو، اور میں وہ بھی ہوں جو یہ بھی کہہ سکتا ہو۔ مَلَأَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ نَارًا (مسلم) اللہ ان کی قبروں کو جہنم کی آگ سے بھر دے۔ خندق کے موقع پر حضورؐ نے بد دعا کی۔ تو اسلام صرف جمال کا نام نہیں ہے ———

آج کل بعض دوست لگے ہوئے ہیں کہ جہاد کے مسئلے پر لکھو، جہاد کو پہلے بھی مٹانے کی کوشش کی گئی۔ انگریزوں کے زمانے میں بعض لوگوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ اب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلال کا وقت نہیں ہے، جمال کا وقت ہے۔ جمال کا معنیٰ؟ یعنی جہاد کو ختم کر دو اور جمال کو لے آؤ۔ جمال پتہ نہیں کیا ہوتا ہے ان کے نزدیک ——— جمالیاتی یہ کیا بلا بناتے رہتے ہیں ——— او محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جمال بھی جلال میں ہے۔ جمال اور جلال دونوں اکٹھے ہوتے ہیں تب جا کر کام چلتا ہے۔ سورتِ برآءۃ چونکہ ساری جلالی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف اعلان ہے کہ اے کافرو! اے مشرکو! اے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمنو! اب تمہارے لئے کوئی پناہ نہیں، میرے نبیؐ نے تئیس سال تمہارے ساتھ گذارہ کیا، تمہارے دکھوں کو برداشت کیا، تمہاری تکلیفوں کو برداشت کیا۔ اس کے بعد اب تمہارے سامنے صرف دو ہی رستے ہیں، یا ایمان لے آؤ یا اطاعت قبول کرو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس لئے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور ہم اس چیز پہ قائل ہیں، ہمیں اس کا قائل ہونا پڑے گا کیونکہ ہمارے اسلاف کا، اُن کے اسلاف کا، صحابہ کا، تابعینؒ کا، اور پھر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنا یہ حکم ہے اس لئے ہم اسی کو مانتے ہیں۔ اس لئے بسم اللہ اس کے شروع میں نہیں لکھی گئی کہ سورتِ برآءۃ میں جلالیت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے برآءۃ کا اعلان ہے کہ ہم تم سے کافرو! بیزار ہیں۔

تمہارے ساتھ ہمارا کوئی عہد، کوئی پیکٹ (PACT) ابدی نہیں ہے۔ جو تھوڑی دیر کے لئے ہم اس کو نبھائیں گے۔ اور باقی اس کے بعد تم میدان میں آ جاؤ یا اطاعت کو قبول کرو۔ اور اگر مسلمان نہیں بنتے تو پھر اطاعت کو قبول کر لو، یعنی ہمیں ٹیکس دو، جزیہ دو۔

میرے بزرگو! آج جس دور سے ہم جا رہے ہیں یہ بھی وہی دور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مصری بھائیوں کو فتح نصیب فرماتے کہ وہ یہودیوں کے مقابلے میں آ گئے۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلامی کے اتحاد کو اسی طرح قائم اور استوار رکھے۔ دیکھئے اگر یہ صرف جمال ہی جمال کی باتیں ہوتی رہتیں میرے بزرگو! اور رواداریاں ہی رواداریاں برتتے رہتے تو رواداری برتتے برتتے تو یہ حال ہوا ہمارا۔ نقشے پر نظر ڈالئے۔ آپ سب تو لکھے پڑھے دوست ہیں۔ دیکھئے کہ ترکی سے لے کر انڈونیشیا تک یہ ایشیا کے دل میں مسلمان قابض ہے۔ اندر ایشیا کا دل ہے۔ ترکی سے لے کر ترکی اور لبنان یہ سارے ملکوں کو دیکھئے۔ یہاں تک کہ انڈونیشیا تک پہنچ جائیے کتنے مسلمان آباد ہیں؟ کروڑہا مسلمان۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آج وہ طاقتیں دے دیں، پٹرول دے دیا سونا چاندی دے دیا۔ ریت کے ذرات سے سونا چاندی نکل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی دولت بھی پیدا ہو جاتے اور وہ ایمان کی بڑی اونچی دولت پیدا ہو جائے جو صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی تو پھر بھائی آج کفر اسلام کے مقابلے میں نہیں رہ سکتا۔ تو اگر مسلمان خالی جمال ہی کو لیتا پھرے اور اسی چکّر میں آ جاتے کہ جی مسلمان بڑے شریف ہوتے ہیں، یہ بھی شرافت ہے۔ بچھو کو مارنا بھی شرافت ہے۔ سانپ کو مارنا بھی شرافت ہے، شیر کو مارنا بھی شرافت ہے، آگ کا بجھانا بھی شرافت ہے، یہ سب شرافتیں ہیں۔ ڈاکو کو مارنا بھی شرافت ہے، قاتل کو سزا دینا بھی شرافت ہے، حدودِ الٰہیہ کا اجراء بھی شرافت ہے۔

اس لئے فرمایا سورتِ نور میں کہ جب تم زانی مرد کو اور زانیہ عورت کو سنگسار کرنے لگو تو وہاں پر ترس نہ کھایا کرو۔ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ۔ ایک طرف اللہ کا دین انہوں نے مٹایا، خداوند تعالیٰ کے دین کی مخالفت کی، اور تم پھر ان پر رحم کرتے ہو؟ لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ۔ جب اللہ کا دین مٹنے لگے تو پھر تمہارے دلوں میں نرمی نہیں پیدا ہونی چاہیئے۔ پھر رؤف نہ ہو بلکہ پھر تم جبّاریت کا مظہر ہو۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے صفاتی نام ہیں یہ مسلمان پر تو پرتو فگن رہتے ہیں، کبھی جبّاریت کا بھی مظہر ہے ہر وقت رحیمیت کا مظہر نہ بنے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے اسماء ہیں، اسمائے نبویہ، ان میں بھی ساری صفات منتقل ہیں۔ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا۔ حضورؐ کبھی جمال بنے، کبھی امام الانبیاءؐ جلال بنے۔ اور جلال بنے تب جا کر کافروں سے چھٹکارا ملا۔ حضورؐ کی جو آخری وصیت ہے، وہ یہ ہے کہ أَخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ (مشکوٰۃ) نکال دو تم یہودیوں کو اور عیسائیوں کو عرب کے جزیرے سے۔ لیکن میں کیا آپ کے سامنے داستانیں کھولوں، درسِ قرآن ہے اور موضوع رہ جائے گا کہ کس طرح یہودیوں نے اور عیسائیوں نے پھر جزیرۂ عرب سے نکالا۔ کتنی چالیں چلی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اسلاف کی قبروں کو پر نور فرماتے۔ عبید اللہ سندھیؒ، شیخ الہندؒ، حسین احمد مدنیؒ، جمال الدین افغانیؒ، مولانا محمد علی جوہر۔ ان کے حالات آپ پڑھتے ہی رہتے ہوں گے۔ اب تو ان کے حالات پڑھنے چاہئیں، پڑھا کیجئے۔ دیکھئے کہ ان بزرگوں نے کتنی سینہ توڑ محنتیں کیں، میرے بزرگو! اپنی زندگیاں ختم کر دیں۔ آپ اور میں (خیر آپ تو نیک لوگ ہیں) میں ایک گھنٹے کے لئے بھائی اپنے گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ عبید اللہ سندھیؒ کی زندگی پڑھیں کتنے سال آپ جلاوطن رہے؟ وہ تصوّر بھی نہیں ہم کر سکتے جو تکلیفیں آپ نے برداشت کیں (عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے)۔ اور تو مسلم۔

باپ دادا مسلمان نہیں ہیں۔ کیا درد تھا؟ کہ ہندوستان کی سرزمین سے انگریز نکل جاتے۔ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مالٹا میں چار سال قید رہے، اسیر رہے۔ کیوں اسیر رہے؟ کیا جرم کیا تھا؟ یہی تھا نا کہ انگریز ہندوستان کو چھوڑ دے اور جو مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کر رہا ہے یہ دفع ہو جائے۔ آج ان بزرگوں کی روحیں عالم ارواح میں یقیناً خوش ہوں گی کہ مسلمان آپس میں الحمد للہ متحد ہو رہے ہیں۔ اللہ اس اتحاد کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھے۔ جو کوئی ابھی تک متحد نہیں ہو سکے، اللہ ان کو بھی متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ تو اگر آج مسلمانوں میں فلسفۂ جلال پڑھایا جائے گا، تب کام بنے گا۔ فلسفۂ جمال سے کام نہیں بنتا، فلسفۂ جلال سے کام بنتا ہے۔ تو فلسفۂ جلال بیان کرنے کے لئے سورۃ براءۃ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اگر بسم اللہ لکھی جاتی تو ممکن ہے وہ یہ سمجھتے کہ ابھی کچھ اور رحم ہو جائے گا۔ فرمایا نہیں، تم رحم کے قابل نہیں ہو۔ اس لئے میں تم کو اعلان کرتا ہوں کہ میں تم سے بری، میرا نبی تم سے بیزار اور تمہیں اعلان کیا جاتا ہے کہ تم چار مہینے کے اندر اندر اپنے آپ کو سنبھالو، سنبھل جاؤ، ورنہ پھر ہماری تلواریں ہوں گی اور تمہاری گردنیں ہوں گی۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: دینی تعلیم کی اہمیت

ہر محنت کا معاوضہ نقد۔ مسلمان اس دوراہے پر آ کر کچھ دیر کے لئے ٹھٹکا سوچا اور ایک فیصلہ کر لیا اور ایک طرف کو دوڑ پڑا۔ اس طرف کو جس طرف کو عام لوگ بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اگر اس کی دینی حس بیدار ہوتی۔ اگر اسے دین سے محبت ہوتی تو وہ دوسرا راستہ اختیار کرتا مگر چونکہ مادیت کی اس دوڑ میں دین کا دامن اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور اس کی زندگی پر دینی اور روحانی اقدار کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی تھی اس لئے اس نے پہلے راستے کو ترجیح دی اور دوسرے لوگوں کی طرح یہی مادہ کے اس مجنوں نے بھی اپنے مادی مقاصد حاصل کرنے کے لئے تعلیم کو ایک اہم ذریعہ کی حیثیت سے اختیار کیا اس نے اپنے بچوں کے لئے وہی نظام تعلیم منتخب کیا جس کو حاصل کر کے وہ دنیا میں شاندار زندگی کے مالک بن سکیں۔

بقیہ: مجلس ذکر

ہے۔ بظاہر نماز عملِ خیر ہے لیکن اگر نیت بد ہے تو وہ نماز اس کے لئے وبالِ جان بنے گی نہ کہ نجات کا سامان۔ ایسا ہی جیسا کہ ظہر کے وقت، عصر کے وقت، یہ نماز کی، فرائض کی ذمہ داریاں ہیں، عصر کے بعد کوئی نماز پڑھنے بلکہ سجدہ تک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اِلّا اس دن کی عصر کی نماز اگر آپ نے نہیں پڑھی تو مغرب تک اسے پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح فجر کی نماز کے بعد کسی نماز کی اجازت نہیں (طلوعِ شمس سے قبل) کوئی بھی نیک کام کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں لیکن سجدہ نہیں کر سکتے۔ (نماز یا تلاوت وغیرہ کا) اب عمل کتنا بخیر ہے لیکن وقت ممنوع ہے اس لئے حرام ہے۔ رمضان میں ایک شخص بلا وجہ روزے نہ رکھے، شریعت کے نزدیک مجرم ہے۔ توڑ دے تو اور بھی زیادہ ڈبل مجرم ہے۔ لیکن عید کے دن جبکہ روزے سے چھٹی دی گئی، اگر کوئی روزہ رکھتا ہے تو سب سے بڑا جرم کرتا ہے اور ابلیسِ لعین کا گویا پیروکار بنتا ہے ۲۹ رمضان تک چاند نہیں ہوا تو روزہ نہ رکھنے والا مجرم اور چاند ہو گیا تو اب روزہ نہ چھوڑنے والا مجرم۔ اس لئے یہ ضابطے ہیں اور اللہ نے انہی ضابطوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ان حدود کو پامال نہ کرو، ان سے تجاوز نہ کرو۔ ان پر قائم رہ کے اگر آپ اللہ کو یاد کریں گے۔ اللہ تعالےٰ کے حضور حاضر ہوں گے تو یقیناً آپ کا ایک ایک عمل، ایک ایک قدم، ایک ایک منٹ، ایک ایک پیسہ، ایک ایک دمڑی جو راہِ خدا میں خرچ ہو رہی ہے آپ کی نجات کا سامان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے

حضرت رحمۃ اللہ مثال دیا کرتے تھے کہ آپ وضو فرماتے ہیں، کپڑے پہنتے ہیں، ایک ایک قدم پر گھر سے استغفار، درود شریف، یا اسم ذات پڑھتے ہوئے چلتے ہیں، کیونکہ اللہ والوں کی تعلیم ہی یہ ہے "دل بیار دست بکار" مشغول ہیں کام میں اور اللہ کی طرف لو لگی ہے۔ اگر یہ ایسا ہی فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (پ ۲ سورہ البقرہ آیت ۱۵۲) پر عمل ہے اور بقول حضورؐ کے ہر وقت آپ کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے، تو پھر یہ ایک ایک منٹ، ایک ایک لمحہ جو بظاہر سواری پر یا چل کر پیدل آ رہے ہیں مگر وضو، بول و براز اور اہتمام کے ساتھ لباس تبدیل کر کے مسجد میں نماز کے لئے آ رہے ہیں۔ نماز کا اجر تو ملے ہی ملے گا، ایک ایک قدم پر آپ کو نیکیاں ملیں گی اور گناہ معاف ہوتے چلے جائیں گے۔ ایک ایک لفظ پر دس دس نیکیاں ملیں گی۔

نیکی کے اعمال کی جزا کئی گنا بڑھا کر دی جاتی ہے۔

تو اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ یہ ایک ایک لمحہ، اس میں پیشاب بھی آ گیا، بول و براز میں آپ کا جو وقت صرف ہوا وہ بھی آپ کی نیکیوں کے کھاتے میں لکھا گیا۔ ایسے ہی جیسے کہ جہاد کے لئے اونٹ پالتے ہیں، گھوڑے پالتے ہیں ان کی لید اور ان کے اناج اور گھوڑا یہ سب آپ کی نجات کا سامان بن جائے گا۔ اور ان سب کے بدلے میں آپ کو اجر و ثواب ملے گا۔ اگر چوری چکاری، ڈکیتی کے لئے آپ نے پالا ہے تو یہ ہی آپ کے لئے وبالِ جان بن جائے گا۔ اللہ نے رزقِ حلال دیا، جائز کمائی ہے، اسے جائز راستے میں خرچ کرتے ہیں تو ایک ایک پائی آپ کے لئے اضعاف مضاعفہ یعنی دونے سے دونا بلکہ چوگنا اجر آپ کو مل جائے گا لیکن اگر اس سے مراد آپ کی حج کے لئے جائیں، خوب آؤ بھگت ہو، دنیا میں شہرت ہو کہ یہ حاجی صاحب ہیں، ہار لدواتے جائیں، لوٹ کے ہار پہنوانے کا شوق ہو تو یہ ریا ہے۔

کراچی کے حاجی

بعضے تو اس حد تک پہلے زمانے میں دغا باز گذرے ہیں کہ یہاں سے گئے، سیر سپاٹے کراچی کے کئے، تین مہینے رہے، جب حاجی لوٹ کر آئے ساتھ یہ بھی آ گئے۔ انہیں بھی ہار، انہیں بھی ہار ڈال دیئے گئے سو کبھی راز کھلا تو پتہ چل گیا کہ یہ کراچی کے حاجی ہیں۔ یہ خلقِ خدا کو تو دھوکہ دے سکتے

تلاش گمشدہ

حافظ راشد محمود طالب علم جماعت ہنم عمر ساڑھے چودہ سال رنگ گندمی، قد چار فٹ نو انچ جسم دبلا پتلا لاغر، نظر کا چشمہ لگاتا ہے۔ مورخہ ۲۴ فروری ۶۸ء سے لاپتہ ہے۔ مسمی مذکور کے متعلق کسی کو علم ہو تو فوراً مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دے کر ثواب حاصل کریں۔ اگر وہ خود یہ اعلان پڑھے تو فوراً گھر آ جائے والدہ کی حالت بہت خراب ہے۔ اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسمی مذکور خانپور میں ہے اور کسی مسجد میں سوتا ہے۔ خانپور کے دوستوں سے گذارش ہے کہ اس بچے کی تلاش کریں۔ اگر مسمی مذکور یہ سمجھے کہ ماں باپ خفا ہوں گے تو بمقام دین پور شریف ڈاکخانہ خانپور مولانا رشید احمد کے پاس پہنچ جائے وہ خود اس کو گھر چھوڑ آئیں گے۔

وارانٹ آفیسر عبد الغفور صاحب ۲/۲۲۳ ڈرگ روڈ کراچی نمبر ۸۔

جامعہ بہاولپور کے تین روزہ سیمینار کے آخری روز متعدد قراردادیں منظور کی گئیں

بہاولپور ۲۵ اپریل (اے پ پ) جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے تین روزہ سیمینار کے اختتام پر آج مختلف قراردادوں کے ذریعہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ پاکستان کی تمام مساجد میں مکتب کھولے جائیں۔ ہر مسجد میں لائبریری قائم کی جائے اور مساجد کے علماء اور پیش اماموں کو ترقیاتی کاموں میں شامل کیا جائے اور علماء کی حالت بہتر بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ اس سیمینار میں جو جامعہ کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ مغربی پاکستان کے تمام علاقوں کے علماء نے شرکت کی اور اس بات پر زور دیا کہ عوام کی نظروں میں علماء کا وقار بلند کیا جائے۔

سیمینار میں ایک قرارداد کے ذریعے یہ تجویز بھی پیش کی گئی ہے کہ صحت عامہ اور زراعت کے معاملوں میں علماء کو تعلیم دی جائے کہ وہ ترقیاتی کاموں میں براہِ راست حصہ لے سکیں۔ ایک قرارداد میں حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ محکمہ اوقاف کے تحت کام کرنے والے علماء اور پیش اماموں کی تنخواہوں کے سکیل بڑھائے تاکہ وہ مالی پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے تمام تر توجہ اپنے فرائض پر دے سکیں۔ ایک قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ سکولوں میں علماء کے بچوں کو حصول تعلیم کی خاص سہولتیں دی جائیں۔

سیمینار میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ تعلیم سے نئے فارغ ہونے والے علماء کو جدید علوم سے بہرہ ور کرنے کے لئے جلد از جلد تربیتی اکیڈمی قائم کی جائے تاکہ وہ ملک کی سروسز میں شامل ہونے کے قابل ہو جائیں۔ اس کے علاوہ علماء کے اجتماعات اور سیمینار وقتاً فوقتاً منعقد کئے جائیں تاکہ علماء کی صفوں میں اتحاد قائم رہے۔ ایک قرارداد کے ذریعے علماء نے بنیادی جمہوریتوں کے نظام کو ترقیاتی کاموں کی تکمیل اور اجتماعی خوشحالی کے لئے بہترین قرار دیا ہے۔ اور حکومت سے جو مطالبہ کیا ہے وہ ہر سطح پر ترقیاتی کاموں میں علماء کو بھی شریک کرے۔ اجلاس میں تمام اسلامی تعلیمی مراکز سے اپیل کی گئی کہ وہ دینی تعلیم حاصل کرنے والے افراد کو جدید سائنسی اور فنی تعلیم بھی دیں اور ان مضامین کو باقاعدہ نصاب میں شامل کریں۔

ہیں تو کیا وہ اس خالق کو بھی دھوکہ دے سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (پ ۳ س آل عمران آیت ۵۴)

بڑے بڑے دغا باز، عیّار، مکّار دنیا میں ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خلق خدا کو دھوکہ دے سکیں گے، وہ مکر و فریب کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ مکر و فریب ہی ان پر الٹ دیتا ہے۔ مکر و فریب ہی ان کے لئے وبال جان اور جہنم میں جانے کا سامان کر دیتا ہے۔ وہ خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ایسا دھوکے میں مبتلا کرتا ہے کہ وہ بظاہر سمجھتے ہیں کہ نیک نام ہیں، ہم بدی سے دور ہیں اور نیکی میں ہاتھ ڈالا ہے ایسا کہ پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں، یہ نہیں پتہ کہ ابدالآباد کے لئے جہنم مول لے رہے ہیں۔ اسی لئے عرض کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی یہ کوتاہیاں اور کمزوریاں پیش نظر رکھ کر اس تقوے کو حاصل کرنے کی توفیق عنایت فرما دیں جو مقصد بالذات ہے۔

متقیوں کا نصابِ تعلیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (پ ۱ س البقرہ آیت ۲)

یہ دستورِ حیات، یہ نصب العین، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اور اللہ تعالیٰ کے فرامین جو ہیں یہ متقیوں کے لئے نصابِ تعلیم ہیں۔ جو پہلے بھی تقویٰ اور طہارت پر عمل پیرا ہیں اور مزید اس پر گامزن رہ کر اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں تو جیسے کہ کچی کا نصاب اور پکی کا اور دوسری کا اور تیسری کا اور فرض کیجئے دوسری تیسری پڑھ کر سکول جاتا ہے، کالج جاتا ہے تو وہاں کا نصاب اور اسی طرح اگر اسے کوئی پیدائش کے بعد چھوٹی موٹی قرآن کی تعلیم کان میں پڑی ہوئی ہے۔ چشم ما روشن دلِ ما شاد لیکن جب وہ ہوش سنبھالتا ہے اور قرآن کے مفہوم و مطلب سے آگاہ ہوتا ہے تو اب وہ اپنی زندگی کے اس مشن پر پہنچ گیا جس کو هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ نصابِ تعلیم کہا گیا ہے۔

تقویٰ کا مفہوم

سو یہی عرض کیا جا رہا ہے کہ یہی تقویٰ اور طہارت نماز کا بھی مقصود بالذات ہے، زکوٰۃ کا بھی یہی مقصود ہے اور روزے کا، حج کا بھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کسی کسی صحابی نے کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا کسی ایسے جنگل میں، دشت و جبل میں گذر ہو جہاں کانٹے الجھ کر کپڑوں کے بعد جسم کو زخمی کر دیں یعنی خون بہا دیں تو کیا کرو گے ؟ جواب میں انہوں نے کہا ہم سمٹ کے، کپڑے بچا کے، سمٹ سماٹ کے نکل جائیں گے۔ انہوں نے کہا یہی تقویٰ ہے۔ یعنی دنیا کے مصائب، دنیا کے معاصی، گناہ، فسق و فجور سے بچ بچا کے نکل جائے تو وہ متقی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ انسان یہ نہ خیال کرے کہ نماز روزہ ہی تقویٰ ہے اور یہ بھی نہ خیال کرے کہ ہر وقت اللہ اللہ کرنا ہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ ہے اوامر پر عمل، نواہی سے رکنا اور جہاں بھی حق کہنے کا موقع پیش آئے ذرا نہ چوکنے پائے۔ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ڈنکے کی چوٹ ہر وقت تیار رہے۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے، جان، عزت، مال، آبرو جو چاہے داؤ پر لگ جائے لیکن حق غالب رہے۔ اس کی کوشش سے اللہ تعالیٰ اس کو بھی اجر عطا فرمائے گا۔

تقوے کے چند دیگر پہلو

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ نماز روزہ بیشک تقویٰ ہیں لیکن محض نماز روزہ تقویٰ نہیں۔ بلکہ کسی کا مال غصب نہ کرنا، سودی کاروبار میں اشتراک نہ کرنا، کسی کو اذیت اور تکلیف دے کر کسی کی بددعا نہ لینا، یہ بھی تقویٰ میں شامل ہے۔ اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ زیادہ واضح ہے۔ بظاہر تو مثال ہے لیکن مثالوں سے بعض اوقات حقیقت آئینے کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ سو اسی لئے یہ عرض کیا جا رہا ہے کہ تقویٰ جو ہے لغوی معنوں میں، شریعت کے معنوں میں، وہ ایک ہی ہے، تشریح بیشک مختلف ہو۔ مثلاً آپ لغت کی کتابیں اٹھائیں تو تقویٰ کا معنی لکھا ہو گا اَلْوَقْيُ وَالْوِقَايَةُ نگاہ داشتن، اپنے آپ کو محفوظ رکھنا، نگاہ رکھنا۔ کس چیز سے ؟ نواہی سے۔ اور اوامر پہ عمل کے لئے اپنے آپ کو پابند کرنا، اس سے چوکنے نہ پائے۔ اسی طرح یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو تقوے کا صحیح مفہوم آ جائے گا۔ کسی کو دکھ نہ دے، اذیت نہ دے۔ بے شک اللہ اللہ بھی کرے، اس کا ایک جزو ہے۔ نماز روزہ بھی اس کا ایک جزو ہے۔ لیکن یہی خیال نہ کرے کہ نماز پڑھ لی، روزہ رکھ لیا اور تقوے پر کامل ہو گئے ! نہیں۔

ہمارے دادا پیر حضرت امروٹی (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعلیم

میں نے پہلے بھی مثال پیش کی کہ روزہ ایک وقت نہیں رکھتا تو مجرم، دوسرے وقت رکھتا ہے تو مجرم (جیسا کہ عید کے روزے کے متعلق عرض کیا گیا) اسی طرح سجدے کے لئے عرض کیا گیا۔ دوسری طرف یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بڑے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ایک نوجوان شادی شدہ لڑکا رات کو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ بھائی تم یہاں کہاں ؟ گھر کیوں نہیں گئے ؟ کہا جی میں نے رات کو عبادت کے لئے یہیں بستر کر لیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک تنہا تھے، جو چاہتے سو کرتے، اللہ کی یاد ساری رات کرتے، کوئی باز پرس نہیں تھی، اب جبکہ اللہ نے ایک نیک بندی تم پر حلال کی تو وہ بیچاری گھر میں ہے اور تم یہاں ؟ حالانکہ تم ہی اس کا ایک قسم کا سہارا ہو تو جاؤ جا کے رات کو اس کے پاس آرام کرو۔ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (پ ۲۷ س الذاریات آیت ۴۹)

ہر چیز کو اللہ نے جوڑے جوڑے پیدا کیا اور اکیلا انسان پریشان ہو رہتا ہے۔ اور هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۭ (پ ۲ س البقرہ آیت ۱۸۷)

ایک دوسرے کے لئے دنیا کے اندر، عاقبت میں سرخروئی کے لئے اللہ نے جائز وسیلہ مقرر کیا، آرام و راحت کے لئے ہر قسم کی آسائشوں کے لئے اور ہر قسم کی ذمے داریوں کے لئے۔ سو تقویٰ اس کے اندر داخل ہے۔ یعنی وہ نفلی عبادت تھی جو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ وہ برا نہیں تھا، فریضہ تھا، اس کا، لیکن اگر وہ تہجد کے وقت اٹھ کر کر لے اور ساری رات آرام سے سوئے وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ، نفس کا بھی حق ہے، وَلِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ بیوی کا بھی حق ہے۔ تو اب اندازہ لگائیے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی بری بات نہیں کہی بلکہ صحیح تقوے کی اس کو تعلیم دی۔ وہ تقویٰ یہ سمجھا تھا کہ باہر بیٹھ کے میں اللہ اللہ کرتا ہوں، شاید یہ تقویٰ ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بیچاری کو اللہ کا کلام پڑھ کر کے تمہارے لئے جو حلال کیا گیا چلو کم از کم اس کے لئے دلاسے اور اطمینانِ قلب ہی کا باعث ہو۔ قرب کے ساتھ بھی انسان کو طمانیتِ قلبی نصیب ہوتی ہے۔

دعا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں وہ تقویٰ جو شرعی حیثیت کے مطابق ہے نصیب فرمائے۔ آمین !

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ایک ضروری اعلان

جامعہ قاسمیہ لائل پور میں فون لگ گیا ہے۔ احباب ضروری امور کے لئے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کر لیا کریں۔ فون نمبر ۶۷۰۰ ہے۔

محمد ضیاء القاسمی مہتمم جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد لائل پور

خطبۂ استقبالیہ

کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس

منعقدہ ۳، ۴، ۵ رمئی ۱۹۶۸ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار، بمقام لاہور

(محمد اکرم، صدر مجلس استقبالیہ)

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون وفی مقام آخر والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔

محترم علماء کرام و مہمانان عزیز!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے لئے اور مجلس استقبالیہ کے اراکین کے لئے یہ وقت کتنی خوش نصیبی کا ہے کہ ہم آج لاہور کے اس تاریخی مقام پر ملتِ اسلامیہ کے بلندپایہ علمائے دین وارثانِ انبیاء علیہم السلام اور دین و ملت کی سربلندی کا داعیہ و جذبہ رکھنے والے حضرات کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

اپنی اس خوش نصیبی پر ہم خدائے بزرگ و برتر کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے کہ آپ حضرات نے موسم گرما کی ناخوشگواریوں کے باوجود دُور دراز کے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کر کے اس عظیم اجتماع میں حصہ لینے کی زحمت گوارا فرمائی۔ یقیناً یہ دین کی خدمت گذاری اور ملک و ملت کی بہی خواہی کا وہ مخلصانہ جذبہ ہے جس کا اجر حق تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ ہم اس کے سوا کہ آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کریں، آپ کی اس زحمت فرمائی کا کوئی بدل مہیا نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہم آپ کے آرام و آسائش کا اتنا حق بھی ادا نہیں کر سکتے جتنا کہ ضروری تھا۔

حضرات علماء کرام! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کانفرنس جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی طرف سے بلائی گئی ہے اور اس کے ذریعہ ایک بار پھر اس ربط و رشتہ کو مستحکم و استوار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو علماء حق اور امتِ مسلمہ کے درمیان گذشتہ چودہ صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام برصغیر پاک و ہند میں اس ربط و رشتہ کا سب سے بڑا تاریخی مظہر ہے۔ یہ کانفرنس اس تاریخی مظہر کو اور درخشاں کرنے والی ہے۔

حضرات! علماء حق کی دینی مساعی تاریخ اسلام کا سب سے اہم اور روشن ترین باب ہے۔ اسلام کے مخالفین کی یورشوں اور امتِ مسلمہ کے داخلی فتنوں کے باوجود اسلامی تعلیمات اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کا چرچا و تذکرہ علماء دین کی حق کوشانہ مساعی کا ہی نتیجہ ہے۔

علماء حق کی جد و جہد کا باب صرف اتنے ہی پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ آیت کریمہ مندرجہ بالا کی روشنی میں دشمنانِ اسلام کی ان یلغاروں کے سامنے بھی سدِ سکندری بن کر دین کی خدمت علماء حق ہی کرتے رہے ہیں۔ دوسرے مسلمان ملکوں کی تاریخ سے قطع نظر، پاک و ہند کی گذشتہ تاریخ بھی اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ حالات و تغیرات کے ہر موڑ پر اسلام اور مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا بن کر علماء کرام ہی سامنے آئے۔ اس برصغیر میں غیرمسلموں کو دائرہ اسلام میں لانے کی عظیم ترین اور کامیاب کوششوں کے علاوہ علماء حق نے ان فتنوں کا بھی سرتوڑ مقابلہ کیا جن کا منشاء اللہ کے دین کو مسخ و محرف کرنا تھا شہنشاہِ اکبر کا "دین الٰہی" خارجیت و زندیقیت اور اعتزال و تشیع کے بعد جنم لینے والا سب سے بڑا گمراہ کن فتنہ تھا لیکن اس کا مردانہ وار مقابلہ جس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقائے کار علمائے کرام نے کیا وہ دینی تاریخ کا نہ بھلایا جانے والا باب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس سرزمین پر علمائے کرام نے باطل کے خلاف حق کا محاذ اس وقت سے قائم کر رکھا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ مرزا مظہر جانجاناں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ اجمعین نے اس محاذ کو اتنا ہمہ گیر و وسیع تر بنا دیا کہ اس سے نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ شام و روم، عرب، ایران اور ایشیا و افریقہ کے ہر حصہ میں مخالف اسلام طاقتوں کے حملوں کا مقابلہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں علمائے حق کی جماعت نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں سکھوں اور انگریزوں کی مسلم کشی کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور اس صدی کے آخر میں حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کی سربراہی میں حضرت رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے علمائے حق کی جماعت کے ساتھ انگریزی یلغار کے خلاف معرکۂ جہاد قائم کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کا بیشتر حصہ علماء دین کی قیادت میں لڑا گیا۔

انگریزوں کے قبضہ اور تسلط کے خلاف حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عظیم تلامذہ بالخصوص حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کی قیادت میں علمائے دیوبند اور ان سے وابستہ افراد نے جو کارنامے انجام دئے وہ مسلمان کی تاریخ حریت کا سنہرا باب ہیں۔

حصولِ پاکستان کی جد و جہد میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء علماء دین نے جو حصہ لیا، اس کی اہمیت کا کون انکار کر سکتا ہے۔ قائدین احرار بالخصوص حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی ان خدمات کو بھی ہرگز نہیں بھلایا جا سکتا جو آپ نے برطانوی تسلط اور فتنہ ارتداد کے خلاف پاک و ہند کے طول و عرض میں انجام دیں۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چالیس سالہ حق کوشانہ خدمات کے گواہ تو اسی لاہور کے

در و بام اور گزرے ہوئے شب و روز ہیں - اسی طرح مشرقی پاکستان کے علماء کرام بالخصوص حضرت مولانا شریعت اللہ صاحب اور ان کے رفقاء کی دینی خدمات، تاریخ پاک و ہند کا نہ مٹنے والا باب ہیں - اور حق تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ کے ہر صفحہ پر علماء دین کی چھاپ موجود ہے -

عقیدۂ توحید کی تبلیغ و حفاظت سے لے کر کتاب و سنت کے احکام کے اعلاء، عقیدہ ختم نبوت و عصمتِ انبیاء کے تحفظ، عصمتِ صحابہ کے دفاع اور حریتِ ملی کی جد و جہد تک ہر راہ میں پیش پیش علمائے کرام ہی نظر آتے ہیں - چنانچہ حق کی یہی وہ کڑی ہے جس نے امتِ مسلمہ کو علمائے حق کے نہ ٹوٹ سکنے والے رشتہ میں باندھ رکھا ہے - جمعیتہ علماء اسلام، علماء حق اور اسلاف کرام کے اس ماضی کی علمبردار ہے - وہ پاکستان میں خالص اسلام کو نافذ کرانا چاہتی ہے - اس کی اگر کسی سے دوستی ہے تو صرف اسلام کے لئے ہے اور دشمنی ہے تو صرف اسلام کے لئے -

آج اس ملک میں اسلام اور مسلمان عوام کے مسائل نہایت ہی نازک دور سے گزر رہے ہیں - ہم تاریخ کے ایک فیصلہ کن موڑ پر آ پہنچے ہیں - ہمارا گرد و پیش خطرات سے پُر ہو رہا ہے - اسلام کی دشمن طاقتیں کشمیر سے فلسطین و قبرص تک مسلمانوں کے خلاف معاندانہ کاروائیوں اور سازشوں میں سرگرمی کے ساتھ مصروف ہیں اور مسلمانوں کے اندر دین کی تحریف کرنے والے علماء حق اور اسلاف کی عظمتوں کو ختم کرنے اور صحابہ کرام کے وقار کو مجروح کرنے والے فتنے سر اٹھائے ہوئے ہیں - الحاد و بے دینی کے سامراجی و اشتراکی فتنے بھی جڑ پکڑ رہے ہیں - نئی مسلمان نسل اضطراب و بے یقینی کے گرداب میں پھنستی چلی جا رہی ہے اور ہر طرف تاریکیوں کے سائے بڑھ رہے ہیں -

قیام پاکستان کا محرک جذبہ

پاکستان کے قیام کو گو آج بیس سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے لیکن ہمارے کانوں میں اس نعرہ کی آواز آج بھی گونج رہی ہے کہ "پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ"، اس نعرہ کا ظہور کب ہو گا - تقریباً ربع صدی کا تجربہ اس پر شاہد ہے کہ یہ نعرہ صرف نعرہ ہی تھا - ہم کسی بدگمانی میں پڑنا نہیں چاہتے - اگر اربابِ حکومت آج بھی ان اعلانات کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کر لیں تو "چشم ما روشن دلِ ما شاد" ہمیں نہ تو حکومت پر قبضہ حاصل کرنا ہے نہ عہدوں اور منصبوں کی ضرورت ہے لیکن اگر پاکستان کا بنیادی مقصد حاصل نہیں ہو رہا اور نہ اندریں حالات اس کی توقع کی جا سکتی ہے تو ضرورت ہے کہ علماء حق اپنے فرائض منصبی کو پہچانتے ہوئے میدانِ عمل میں آئیں اور جمعیتہ علماء اسلام کے پروگراموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنے جملہ وسائل کو بروئے کار لا کر پاکستان میں اسلامی اقدار کے احیاء کی کوشش تیز تر کر دیں - اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو گا -

ان ہولناک اندھیروں میں امتِ مسلمہ کو ان چراغوں کی ہی تلاش ہے جنہیں ماضی میں علماء حق نے روشن کیا - آج بھی ان ہی چراغوں کی روشنی سے ان تمام تاریکیوں کو ہٹایا جا سکتا ہے اور بجا طور پر مسلمانانِ پاکستان کی نظریں علماء دین کے راہنمایانہ اقدام کی طرف لگی ہوئی ہیں - جمعیتہ علماء اسلام نے مشرقی و مغربی پاکستان اور آپ سب کو یہاں ایک جگہ مدعو کر کے بر وقت قدم اٹھایا ہے اور دین و ملت کے لئے ایک حجت قائم کر دینے کا فریضہ انجام دیا ہے -

ہم اراکین مجلس استقبالیہ آپ سب کو یہاں خوش آمدید کہتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ آپ وقت کے نازک ترین معاملات میں مسلمانانِ پاکستان کی صحیح دینی راہنمائی کا فریضہ ادا فرمائیں گے -

میں مجلس استقبالیہ اور اہالیان لاہور کی طرف سے آپ سب کی تشریف آوری کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور آخر میں نہایت عاجزی سے عرض کروں گا کہ اگر مجلسِ استقبالیہ آپ کی مناسب پذیرائی اور خدمت گزاری میں قاصر رہی ہے تو آپ از راہِ کرم چشم پوشی فرمائیں -

میں اہالیانِ لاہور و مضافات نیز ان اخبارات و جرائد اور علماء دین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجلسِ استقبالیہ سے تعاون فرما کر ہمیں معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کا سامان بہم پہنچایا - اللہ تعالیٰ کانفرنس کو اس کے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور مسلمانانِ پاکستان اور علماء کرام کے درمیان باہمی رفاقت کو مزید مستحکم بنائے تا کہ اللہ کا خالص دین اس سر زمین پر بلند و بالا ہو سکے - آمین!

بقیہ: علماء کرام پر پابندیاں

کرتے اور لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ کھڑا کرتے ہیں - تو حکومت کو ان پر باقاعدہ مقدمہ چلانا اور ان کا جرم عدالت میں ثابت کرنا چاہئے —— چنانچہ ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ علماء کرام پر عائد پابندیوں کے بارے میں اپنی پالیسی اور رویئے پر نظر ثانی کرے -

پروگرام

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

۱۲ مئی بروز اتوار - صبح روانگی بذریعہ آبو ایکسپریس برائے ملتان - ملتان سے بذریعہ کار مظفر گڑھ تشریف لے جائیں گے - بعد نماز مغرب مجلس ذکر - بعد نماز عشاء احیاء العلوم عیدگاہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائیں گے -

۱۳ مئی بروز پیر - صبح خان گڑھ درس قرآن دیں گے درس کے فوراً بعد واپس مظفر گڑھ تشریف لے جائیں گے - اسی روز آبو ایکسپریس سے واپس لاہور پہنچ جائیں گے انشاء اللہ -

(حاجی بشیر احمد)

مدرسہ حنفیہ انوار العلوم (رجسٹرڈ)
کا سہ ماہی امتحان و مظاہرہ حسن قرأت

بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۶۸ء بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ مسجد بوہڑ بازار راولپنڈی میں مدرسہ حنفیہ انوار العلوم اور تمام ملحقہ مدارس کے درجہ کے مقامی بچوں میں مظاہرہ حسن قرأت ہوگا - اور کامیاب بچوں میں حضرت مولانا سید چراغ الدین شاہ صاحب مہتمم مدرسہ حنفیہ انوار العلوم (رجسٹرڈ) و ملحقہ مدارس راولپنڈی انعامات تقسیم فرماویں گے -

بتاریخ ۱۲ و ۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۱ و ۱۲ مئی ۶۸ء بروز ہفتہ، اتوار مدرسہ حنفیہ انوار العلوم رجسٹرڈ جامع مسجد قاضی نظام الدین عیدگاہ روڈ راولپنڈی کے شعبہ کتب درس نظامی و شعبہ تجوید و قرأت و شعبہ حفظ و ناظرہ کا سہ ماہی امتحان ہوگا - (مولانا غلام ربانی ناظم تعلیمات مدرسہ حنفیہ انوار العلوم

چوتھا سالانہ اجتماع

مورخہ ۱۱-۱۲ مئی ۶۸ء مطابق ۱۲-۱۳ صفر ۸۸ھ زیر سرپرستی سید محمد علاؤالدین شاہ صاحب نقشبندی مسجد دار السلام واقع شیخوپورہ گوجرانوالہ روڈ (ضلع شیخوپورہ) میں منعقد کیا جائے گا - جس میں علمائے کرام اور صوفیائے عظام شمولیت فرما رہے ہیں - ۴

۴ مسجد مذکور شیخوپورہ گوجرانوالہ روڈ پر (شیخوپورہ سے ساتویں میل پر) واقع ہے - قیام و طعام کا بھی انتظام ہو گا - (الداعی) محمد اسحاق نقشبندی، محمد ... [illegible] الداعی نقشبندی

بچوں کا صفحہ

نماز کے وقت دُکانیں بند کرنا

ابوالریاض محمد امین بہاولپور

ایک دفعہ حضرت عبداللہ رضؓ بازار میں جا رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ دُکاندار دُکانیں بند کر رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ نماز باجماعت کی طرف لپک رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق یہ آیت آئی ہے۔

ترجمہ: "(نیک) لوگوں کو تجارت یا خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غفلت میں نہیں ڈالتی"۔

آپ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت میں مصروف ہوتے تو بھی اذان سن کر مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتے۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ لوگ تاجر ضرور تھے۔ لیکن تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے نہ روکتی تھی ــــ آج کل کے تاجر بھی غور کریں۔ ویسے سعودیہ عرب میں اسی طرح ہوتا ہے۔

اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک بار بازار میں تھے کہ اذان ہو گئی۔ آپؓ نے دیکھا کہ لوگ کاروبار چھوڑ کر مسجد کی طرف جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی لوگ ہیں جن کے متعلق یہ آیت اتری۔ (ترجمہ آیہ مبارکہ اوپر درج ہو چکا ہے) ــــ مزید فرمایا۔ ایسے تاجر بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھ میں پانی اتر آیا۔ ایک حکیم آیا۔ اور عرض کیا کہ آنکھ بنا دوں۔ ساتھ ہی کہا کہ صرف پانچ روز سجدہ زمین کی بجائے اونچی چیز لکڑی یا سرہانے پر کرنا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا "خدا کی قسم! میں ایک رکعت بھی اس طرح پڑھنے کو تیار نہیں ہوں" ــــ سبحان اللہ! اپنا اور ان بزرگوں کا محاسبہ کریں۔ اگرچہ مجبوری میں ایسی چیز جائز بھی ہے۔ لیکن اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متوالوں کو اتنا بھی گوارا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آنکھ نہ بنوائی۔ مگر نماز چھوٹی تو درکنار اونچی جگہ سجدہ کرنا بھی پسند نہ فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے بڑا شغف تھا۔ فرمایا ــــ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ــــ سفر و حضر میں نماز کبھی قضا نہ فرماتے۔ رات کو نماز کا اتنا شوق فرماتے کہ ساری ساری رات نفل پڑھتے رہتے۔ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے مگر نماز بدستور جاری رکھتے۔ حتیٰ کہ چار رکعت میں چھ پارے پڑھ جاتے۔

قرآن نے بھی نماز کو ذکرِ اکبر کہا ہے اور نماز ہی مسلمانوں کو نیکی کی ترغیب دیتی ہے۔ اور گناہوں سے روکتی ہے۔ بہرحال جو نماز پڑھے گا، وضو کرے گا اور جو وضو کریگا وہ صاف ستھرا رہے گا۔ پلیدی پاس نہیں آنے دے گا۔ کپڑے صاف، جسم صاف اور دانت صاف رکھے گا اور اس طرح نماز کی برکت سے اس کا دل پاکیزہ ہو جائے گا۔ اور یہ سب نماز کی برکت ہوگی۔

حضرت صدیق اکبرؓ کو نماز کا بہت شوق تھا۔ لکھا ہے کہ آپ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز اس طرح پڑھتے جیسے لکڑی گاڑی گئی ہو۔ نہایت عاجزی کے ساتھ ــ حضرت عمرؓ کو آخری ایام میں خنجر کا زخم تھا، مگر نماز کا وقت آتا تو فرماتے۔ اسلام میں اس شخص کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ چنانچہ سخت زخمی حالت میں بھی نماز پوری فرماتے ــــ حضرت عثمانؓ رات بھر میں قرآن شریف نماز میں ختم کرتے۔ حضرت علیؓ نماز کے وقت زرد پڑ جاتے۔ جیسے بڑا فکر دامن گیر ہے۔ جسم کانپ اٹھتا۔

ناظرین غور کریں۔ ان بزرگوں کو نماز کا کتنا خیال تھا۔ لیکن ہمیں اور ہمارے والدین اور اولاد کو نماز سے کتنا گریز ہے۔ حالانکہ نماز فرض ہے اور کافر اور مسلمان کی یہی تمیز ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم ہم سب کو نمازی بنائے۔

حمد

حسرت قریشی
بی اے

کون و مکاں میں نہیں حسنِ عطا کی نظیر
تُو ہی میرا دادرس تو ہی میرا دستگیر

وقف ہے تیرے لئے میری متاعِ حیات
جاں ہے سو تجھ پر فدا دل ہے سو تیرا اسیر

جاہ و جلالِ شہاں اس کی نگاہوں میں ہیچ
ہر دو جہاں سے غنی تیری گلی کا فقیر

تابعِ فرماں تیری گردشِ شام و سحر
آدم و جنّ و ملائک ہیں تیرے طاعت پذیر

کوئی دے سکتا نہیں تیرے ارادوں میں دخل
بے گماں ہے ذات تیری بے مثیل و بے نظیر

اِک نگاہِ کرم کیجے صدقہ ختم الرسلؐ
حسرتِ بے مایہ بھی ہے تیرے در ہی کا فقیر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۶۷۹-۲-۷ DD۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G۸۸۲/۴۶-۱۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

قرآن عزیز
انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع شدہ
تحشیۂ جدیدہ
دیدہ زیب — رنگین

عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنتِ شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلد قسم سوم	مجلد قسم دوم	مجلد قسم اول
مکینیکل گلیز کاغذ	کرنافلی سفید کاغذ	آفسٹ پیپر
۹/- روپے	۱۲/- روپے	

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔
فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔
وی۔ پی نہ بھیجا جائے گا۔
تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

دفتر انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

انوارِ ولایت و مقاماتِ ولایت

سید الاولیاء حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ کی مبارک زندگی کے مکمل حالات از ولادتِ سعید یا وفات حسرت آیات کا مطالعہ اگر مقصود ہو تو انوارِ ولایت پڑھیے اور اگر آپ کے علمی و عملی کمالات مجاہدانہ کردار، عارفانہ روش اور عارفانہ کشف کرامات کو کتاب و سنت کے ظہور قدسی میں دیکھنا ہو تو مقاماتِ ولایت آج ہی خریدیے۔ ہر دو کتب حضرت مولانا قاری عبید اللہ انور مدظلہ العالی جانشین شیخ التفسیر مصدقہ ہیں۔

انوارِ ولایت بلا جلد	۳/۵۰	مقاماتِ ولایت مجلد	۷/-
مقاماتِ ولایت "	۶/-	ہر دو کتب کا مجلد سٹ	۱۰/-

محصول ڈاک: بذمہ خریدار
ملنے کا پتہ: دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فون نمبر ۴۹۷۶
صادق
صادق انجینئرنگ ورکس لمیٹڈ (ویسٹ پاکستان)
بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

ملفوظاتِ طیبات
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ہدیہ رعایتی ۲/۲۵ روپے، محصول ڈاک ۱/ روپیہ
کل ۳/۲۵ روپے
بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنے پر ارسال خدمت ہوگی۔
ملنے کا پتہ
دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا